رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

فاروق
قادیان

ایڈیٹر شیخ قاسم علی احمدی ا.

شرح چندہ سالانہ ۵ء ششماہی
ہندوستان ۔ معاونین ۔ عام ۔ طلباء
۔ عام ۔ ۵ ۔ للعہ
اندازِ نرخ اشتہارات

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱/۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۱/۲۸ جون ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۳و۲۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کی خبریں

(۱) ۲۷ر جون۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمدللہ۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی رو بصحت ہے۔

(۳) ۲۰ر جون ۳۸ء بروز پیر خاکسار ایڈیٹر فاروق نے چند احباب کو اپنی شادی کی دعوت ولیمہ دی۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی باوجود ناسازیٔ طبیعت قدم رنجہ فرما کر خاکسار کی عزت افزائی کی۔ اور بعد فراغت از طعام حضور نے احباب سے مل کر دعا فرمائی۔ میرے احباب میرے لئے خاص طور پر دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس خانہ آبادی کو میرے دین و دنیا و عقبےٰ کے لئے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

(۴) دو تین یوم سے قریباً روزانہ بارش ہوتی ہے موسم خوشگوار۔ ہوا سرد۔ گرمی کم ہوگئی۔

(۵) ۲۳ر جون بعد نماز عصر سے احمدیہ ٹورنامنٹ قادیان کے کھیل شروع ہوئے۔ جو ۴ر جولائی ۳۸ء تک جاری رہیں گے۔ کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب خاص طور پر شامل ہوتے ہیں ٹورنامنٹ کیلئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی ہے جو زیر صدارت حضرت صاحبزادہ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ کام کر رہی ہے۔

اطلاع

جن احباب نے ششماہی کا چندہ ادا کیا ہوا ہے۔ ان کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو گئی ہے۔ اور ششماہی دوئم کا چندہ ان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ پرچہ میں اسم وار اعلان کیا گیا تھا۔ اس فہرست کو دیکھ کر جن خریداروں نے چندہ بھیج دیا ہے۔ اور جن اصحاب نے تحریری اطلاع دی ہے کہ وہ جولائی میں چندہ ارسال کر دیں گے ان کے نام وی پی نہ بھیجا جاویگا۔ ان سے علاوہ جن کی نہ کوئی اطلاع آئی۔ نہ چندہ آیا۔ ایسے سب خریداروں کے نام حسب اعلان سابقہ شروع جولائی میں وی پی ارسال ہوں گے۔ ان کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ وی۔پی وصول کرلیں۔ جس کا وی۔پی باوجود اطلاع واپس آیا۔ ان کے نام فاروق بھیجنا بند کر دیا جائیگا کیونکہ بقایا چندہ رکھنا حضرت صاحب کے ارشاد کے خلاف ہے۔ مطلع رہیں۔ (مینیجر فاروق)

یادرکھیں

فاروق میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ہر خطبہ جمعہ بالالتزام شائع ہوتا ہے۔ جن ایام میں حضور سندھ میں تشریف رکھتے تھے۔ ان دنوں کوئی خطبہ حضور کا قادیان نہیں پہنچا۔ اسلئے شائع نہیں ہوا۔ چونکہ اس دفعہ دو خطبے ۱۲ و ۱۷ر جون کے پے درپے الفضل میں شائع ہوئے۔ اسلئے دونوں خطبے اسی پرچہ میں نقل کر دیئے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ دو ہفتہ کا پرچہ اکٹھا شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلسلہ کے ضروری اعلانات اور ضروری تقریریں بھی نقل کی جاتی ہیں۔ اسکو یاد رکھیں۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کی فاروق پر نظر عنایت

۱۴ر جون۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے فاروق کیلئے ایسے دس خریدار عطا فرمائے ہیں۔ جو تحریک جدید کے ماتحت بیرون ہند تبلیغ کا کام حضور کے زیر فرمان کر رہے ہیں۔ یہ فاروق کی خوش نصیبی اور میرے لئے فال نیک ہے۔ کہ حضور کو فاروق کی طرف خاص توجہ ہے۔ الحمدللہ۔

نوٹ کرلیں

اخبار فاروق ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ر تاریخ کو ڈاکخانہ میں ڈالا جاتا ہے بجز اس صورت کے کہ اگر حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ضروری تقریریں یا لمبے خطبے پے در پے شائع ہوں۔ تو فاروق میں نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے فاروق کبھی کبھی دو ہفتہ کا اکٹھا شائع کرنا پڑتا ہے۔ ایسا کوئی خطبہ یا ضروری تقریر یا اعلانِ سلسلہ نہیں۔ جس کو فاروق میں شائع نہ کر دیا جائے۔ نوٹ کرلیں۔

حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کا ارشاد

حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کا ارشاد ہے۔ کہ صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ابن حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی صحت۔ کامیابی اور بخیریت واپسی کے لئے تمام احمدی جماعتیں دعا کرتی رہیں۔ نیز انہوں نے جو امتحان دیا ہے۔ اس میں کامیابی کے لئے بھی دعا کی جائے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی جماعت کا عملی پہلو

(از جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن)

جماعت احمدیہ کے عقائد اور ایمانی پہلو سے اس کے دشمن تک بھی واقف ہیں۔ مگر ان کے عملی پہلو سے بہت سے لوگ ابھی تک پورے واقف نہیں۔ اسلئے نہایت اختصار کے ساتھ اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

دعا پر زور:۔ یہ قوم ساری دنیا سے زیادہ دعا میں منہمک رہتی ہے۔ دین کا کام ہو یا دنیا کا۔ ہر مشکل ہر مصیبت کے دور کرنے اور ہر ترقی کے حصول کے لئے۔ گناہوں کی مغفرت کے لئے۔ رضائے الٰہی کے لئے۔ اپنے بھائیوں کے لئے دنیا کی ہدایت کے لئے غرض ان کی غذائے روحانی دُعا ہے۔ خود دعا کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے کراتے ہیں۔ نماز کے ہر رکن میں دعا پر زور دیتے ہیں۔ ظاہر میں اور دل میں دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔

پابندئ شریعت:۔ شریعت سے باہر نہیں جاتے۔ مگر اہلحدیث کی طرح خشک اور صرف الفاظ کی پابندی کافی نہیں سمجھتے بلکہ دل اور عقل اور بصیرت سے پابندی کرتے ہیں۔ مقلدوں کی طرح بدعتوں میں گرفتار نہیں ہیں۔ لیکن زمانہ کے حالات کے مطابق کئی نئی باتیں اور نیکیاں بھی کر لیتے ہیں۔ جو خلاف شریعت نہ ہوں۔ اور مفید ہوں۔ اور ان کے ساتھ نیت نیک ہو۔ غیر مسنون ورد و وظائف اور رسوم سے پرہیز کرتے ہیں۔ غرض شریعت کی علیٰ وجہ البصیرت پابندی کرتے ہیں۔ اور تمام اعمال مخلصانہ طور پر رضائے الٰہی کے لئے باتباع سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم بجالاتے ہیں۔ تقویٰ طہارت پر اعمال اور نیتوں کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور دین کے ظاہر کے ساتھ اسکی روح کا بھی برابر خیال رکھتے ہیں۔

شریعت کے آسان راستہ کو اختیار کرتے ہیں } سفر میں نماز قصر کرتے ہیں۔ اور روزہ نہیں رکھتے۔ بیماری اور تکلیف میں تیمم کر لیتے ہیں۔ جرابوں پر مسح کرتے ہیں۔ نکاح۔ عقیقہ۔ مرنا جینا۔ ختنہ۔ ولیمہ سب سادہ اور مسنون طریقوں سے کرتے ہیں۔ بیماری میں روزہ افطار کر دیتے ہیں۔ نکاح میں کچھ چھواروں اور ولیمہ کے کھانے سے زیادہ کوئی خرچ ضروری نہیں۔ غیر اسلامی رسوم سے آزاد ہیں۔

علم دین حاصل کرنے کی کوشش } قرآن مجید کو سب سے مقدم رکھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد سنت رسول کو۔ اس کے بعد احادیث کا درجہ ہے۔ عورت مرد اور چھوٹے بڑے سب دین کے علم کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے عام مدرسے۔ اور مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے علاوہ ہر مسجد ایک مدرسہ ہے۔ جلسہ سالانہ بھی حصول علم کے لئے ہے۔ قادیان بھی اس غرض سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ قرآن حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس اکثر جماعتوں میں جاری ہے۔ نماز اور قرآن کا ترجمہ اکثر جانتے ہیں۔ غرض ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی دین کی باتیں بادلائل جانتا ہے۔ یہاں تک کہ آریوں تک نے بھی اقرار کیا ہے۔ کہ قادیان کا یکہ بان لاہور کے ایم۔اے سے بڑھ کر مدلل بحث کرتا ہے۔

خدمت دین میں انہماک:۔ (۱) تبلیغ۔ یہ ہر بچہ اور مرد عورت کا فرض ہے۔ یہ لوگ تمام دنیا کے خیر خواہ ہیں۔ اسلئے تبلیغ کرتے ہیں۔ انفرادی اور جماعتی۔ اور مشن بنا کر۔ اور دورے کر کے۔ اپنے ملک میں اور غیر ملکوں میں اور ایک بڑا بھاری محکمہ اسی تبلیغ کے متعلق قائم ہے۔ جسکی شاخیں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(۲) لٹریچر۔ تبلیغی اور دینی لٹریچر بکثرت شائع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح رسالے اور اخبارات۔

(۳) مالی خدمت۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ چندہ دیتا ہے۔ جس سے تمام اخراجات جماعت کے مختلف صیغوں کے نکلتے ہیں۔

(۴) وصیت۔ مرنے کے بعد ۱/۱۰ سے ۱/۳ تک جائیداد خدمت اسلام کے لئے وقف کرنی۔

(۵) اولاد کو دین کی خدمت کے لئے وقف کرنا۔

(۶) نئے مبلغین کو خاص مدرسوں میں تبلیغ کے لئے تیار کرنا۔ اور تعلیم دینا۔

(۷) اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کرنا۔ اور خلیفۂ وقت کے حکم کے ماتحت جہاں ان کو بھیجا جائے۔ وہاں جاکر کام کرنا۔

تنظیم۔ یعنی خلافت اور نظام جماعت ہر کام کا مرکز خلیفہ کا وجود ہے۔ ہر کام مشورہ سے ہوتا ہے۔ ہر جگہ انجمنیں ہیں۔ امارت ہے۔ تبلیغ۔ تعلیم۔ تربیت۔ تصنیف۔ بیت المال امور عامہ۔ قضاء۔ افتاء وغیرہ کے محکمہ جات ایک مرکزی وجود کے گرد بطور لڑی کے پروئے ہوئے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں میں تنظیم نہیں غیر مسلموں میں سے بعض قوموں میں ہے۔ مگر وہ انسانی تنظیم ہے۔ آسمانی تنظیم نہیں ہے۔ آسمانی تنظیم اوپر سے نیچے کو آتی ہے۔ اور زمینی نیچے ہی نیچے رہتی ہے۔ اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ احمدیت کی تنظیم کا ایک سرا خلیفہ کا وجود ہے۔ جو براہ راست خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ اور اس سے تعلق رکھنے والا اور اسکی برکات اور تائیدات کو حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔

دین کا تعلق عقل سے:۔ اس سلسلہ کی یہ خصوصیت بھی ہے۔ کہ ان کا دین عقلی دلائل و براہین سے مدلل ہے۔ احکام الٰہی کے فلسفہ اور کلام الٰہی کی حکمت کے معترف ہیں۔ مقلد نہیں ہیں۔ اور باوجود اس کے پھر بھی خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کو ہر چیز پر مقدم کرتے ہیں۔ اور دین کے احکام کو خدائے حکیم کی طرف سے یقین کر کے ان کے فوائد اور وجوہات اور حکمتیں بیان کرتے ہیں۔

خلافت جوبلی فنڈ اور احمدی زمیندار

جماعت ہائے احمدیہ کو ان کے بجٹ کے مطابق رقومات مقرر کر کے تحریک خلافت جوبلی فنڈ معہ فارم ہائے وعدہ بھیجی گئی ہے۔ عہدیداران کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ احباب سے رقم مجوزہ کے مطابق وعدے لے کر فہرست مکمل کر کے دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں۔

زمیندارہ جماعتوں میں سے جماعت چندر کے منگولے اور پوہلا مہاراں کی طرف سے ہماری تحریک کے بغیر ان کی مجوزہ رقم ۲۶۰ روپے کے مقابلہ میں ۲۷۰ روپے کے وعدے موصول ہوئے ہیں۔ اور ابھی اس جماعت سے اور وعدے آنے کی امید ہے۔ جزاهم اللہ احسن الجزاء۔

دوسری زمیندار جماعتوں سے بھی اسی قسم کی توقع ہے۔ کہ ہماری مجوزہ رقوم سے بھی بڑھ کر وعدے ارسال فرمائیں گے۔ اور وصولی کی بھی جلد کوشش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ (ناظر بیت المال)

ٹیوبر کلوسس فنڈ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ

جیسا کہ ایک گذشتہ پرچہ میں لکھا جا چکا ہے۔ نظارت امور عامہ پوری کوشش کر رہی ہے۔ کہ مذکورہ بالا فنڈ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا جا سکے۔ چنانچہ ۲۳ جون کو جنرل پریذیڈنٹ و محلہ جات کے پریذیڈنٹان صاحبان کو جمع کر کے نظارت کی طرف سے یہ بات پیش کی گئی۔ کہ اس تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔ نیز اس فنڈ کی غرض و غایت نیز وہ حالات بیان کئے گئے۔ جن میں یہ جاری ہوا۔ تمام پریذیڈنٹ صاحبان نے بعد مشورہ یہ فیصلہ کیا۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم فراہم کر کے اس کیلئے بھیجیں گے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس کار خیر میں اپنی طرف سے مبلغ دوصد روپیہ عطا فرمایا ہے۔ امید ہے۔ کہ بیرونی احباب بھی اس اسوۂ حسنہ سے کام لیتے ہوئے اس نیک تحریک میں شریک ہوں گے۔ اور مقامی حکام کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔

اعلیٰ امتحانات میں کامیاب ہونیوالے احمدی

ایم۔اے۔ چودھری مشتاق احمد صاحب اور مسٹر منظور الحسن صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے امسال ایم۔اے (انگریزی) کا امتحان پاس کیا ہے۔ اول الذکر صاحب پنجاب کے تمام مسلم امیدواروں میں اول رہے۔

بی۔اے۔ چودھری عزیز اللہ صاحب باجوہ سید ناصر احمد شاہ صاحب۔ مسٹر محمد اکرام صاحب نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ منشی عطا محمد صاحب اور نیل ٹیچر گورنمنٹ سکول شرق نے پرائیویٹ بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

بی ٹی۔ چودھری عبد الرحمٰن صاحب بی۔اے ایس۔اے۔وی۔ چودھری محمد طفیل صاحب ناز ایم۔اے اور عبد القیوم صاحب ملک ایم۔اے صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے بی ٹی کا امتحان پاس کیا ہے۔ ایل ایل۔بی (۱) چودھری مشتاق احمد صاحب باجوہ (۲) چودھری انور حسین صاحب (۳) راجہ محمد سہراب صاحب (۴) چودھری بشیر احمد صاحب نے ایل ایل۔بی کا امتحان پاس کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۳

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۳۸ء

یاجوج اور ماجوج کی حقیقت

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مسیح موعودؑ کے زمانہ کے متعلق

قرآن کریم میں یہ خبر دی گئی ہے۔ اور احادیث میں بھی متواتر اور کثرت کے ساتھ تبایا گیا ہے۔ کہ اس وقت دو طاقتیں جو آپس میں ایک دوسرے کی مخالف ہوں گی۔ ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے ایک طاقت کا نام یاجوج رکھا گیا ہے۔ اور دوسری طاقت کا نام ماجوج رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ بظاہر دو مخالف طاقتیں تیسری طاقت سے سمجھوتے کی کوشش کیا کرتی ہیں۔ یعنی اگر تین طاقتیں دنیا میں ہوں۔ تو دو مخالف طاقتیں ہمیشہ اس سے سمجھوتہ کی کوشش کرتی ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے چاہتی ہے۔ کہ اسکی ہمدردی ہمیں حاصل ہو۔ اور اس کا تعاون ہمارے ساتھ ہو۔ اور بظاہر انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ ہم اگر ایک علیٰحدہ گروہ ہیں۔ تو مخالف طاقتوں میں سے کسی کی ہمدردی یا تعاون ہمیں حاصل ہو ہی جائیگا۔ اس لئے ہو سکتا تھا۔ کہ مسیح موعودؑ کی جماعت بھی اس وہم میں مبتلا ہو جاتی۔ کہ شائد ان میں سے کسی ایک گروہ کا ہم سے تعاون ہو جائے گا۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وہم کو دور کرنے اور اس خیال کی تکذیب کرنے کے لئے پھر ان دونوں کا ایک مجموعی نام رکھ دیا۔ اور وہ نام

دجال

ہے۔ اور اس طرح تبا دیا۔ کہ گو یاجوج اور ماجوج دونوں آپس میں مخالف ہوں گے۔ لیکن اسلامی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں ہی اس کے مخالف ہوں گے۔ اور اسلامی تعلیم کی تائید کی ان دونوں سے ہی امید نہ کی جا سکے گی۔ سوائے اس کے کہ وہ بحیثیت جماعت یا انفرادی طور پر اپنے طریق کو چھوڑیں۔ اور اسلام کے اصول کو کلیتہً اختیار کرلیں۔

اس وقت تک گذشتہ زمانہ کو دیکھتے ہوئے عام طور پر ہماری جماعت میں بھی اور پہلی جو جماعتیں اس امر کی تحقیق میں لگی رہی ہیں۔ ان میں بھی یہ خیال پایا جاتا تھا۔ کہ

یاجوج اور ماجوج

درحقیقت دو ملکوں کے نام ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ ان کی پوری حقیقت وقت پر کھلا کرتی ہے۔ اب جو واقعات ظاہر ہو رہے ہیں۔ انہوں نے تبا دیا ہے۔ کہ یہ دو ملکوں کے نام نہیں۔ بلکہ

دو اصول کے نام

ہیں۔ بے شک ممکن ہے۔ یہ دو اصول خاص دو ملکوں کے ذریعہ زیادہ نمایاں طور پر نظر آتے ہوں۔ مگر حقیقتاً یہ کسی ایک ملک سے تعلق نہیں رکھتے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ ھم من کل حدب ینسلون (الانبیاء رکوع ۷) یعنی یہ دونوں گروہ دنیا کے ہر مقام پر مسلط ہونے کی کوشش کریں گے اور ہر ایک روک جو ان کے راستہ میں آئیگی اس پر چڑھنے اور اس پر غالب آنے کے لئے جدوجہد اور سعی عمل میں لائیں گے۔ اور یہ بات اب بالکل نمایاں اور واضح طور پر نظر آگئی ہے۔ چنانچہ واقعات نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ

یاجوج اور ماجوج دو اصول ہیں

جو اس زمانہ میں دنیا پر غالب آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اصل تو وہ ہے۔ جو جمہوریت کو اس کے تمام عیوب سمیت دنیا میں ترقی دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور دوسرا اصل وہ ہے۔ جو قابلیت اور لیاقت کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ اور جمہوریت کی روح کو دبانا چاہتا ہے۔ یہ دو اصول اس وقت دنیا میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اصل تو اس بات کی جدوجہد میں مشغول ہے کہ افراد کی طاقت کو بڑھا کر دنیا میں غلبہ حاصل کیا جائے۔ اور ایک اصول اس غرض کے لئے کوشاں ہے۔ کہ اعلےٰ قابلیت کو رہنمائی کی باگ ڈور دے کر دنیا پر غلبہ حاصل کیا جائے ان دونوں گروہوں نے دنیا پر کامل طور پر غلبہ حاصل کیا ہوا ہے۔ اور ساری دنیا ان دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ اسلام ان دونوں کے خلاف اور ان دونوں سے بالکل الگ ایک درمیانی راہ پیش کرتا ہے۔ وہ انفرادیت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ اور چیدہ افراد کی طاقتوں سے کام لینے کو بھی ناپسند نہیں کرتا۔ وہ یہ اجازت بھی نہیں دیتا۔ کہ

افراد کی حریت

کو کچل دیا جائے۔ اور وہ یہ بھی اجازت نہیں دیتا۔ کہ چیدہ افراد کی قابلیت سے دنیا محروم کر دی جائے۔ غرض اسلامی تعلیم کا دائرہ اپنی وسعت کے ساتھ ان دونوں گروہوں پر حاوی ہے۔ اور وہ دونوں کے درمیان ایک راستہ تباتا ہے۔ چنانچہ اسلامی حکومت کا دارومدار ان دونوں اصول کے بین بین تھا۔ ایک طرف وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ سب انسانوں میں ذہنی مساوات نہیں۔ بعض دماغ زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اور بعض کم۔ بعض زیادہ قربانیاں کر سکتے ہیں۔ اور بعض کم۔ اور بعض زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔ اور بعض کم۔ پس قوم کو زیادہ سمجھدار زیادہ عقلمند اور زیادہ فہم و تدبر رکھنے والوں کی قابلیت سے محروم نہیں کر دینا چاہیئے۔ مگر وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ افراد کی مجموعی رائے بھی بڑی طاقت ہوتی ہے اور اس کو نظر انداز کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ جتنا بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ اور نہ اسے نظر انداز کرنا انسانی ترقی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مناسب ہی ہے۔ پس اسلام کا مقابلہ ان دونوں اصول کے ساتھ ہے۔ وہ ان کے بھی خلاف ہے۔ جو افراد کو اتنا غلبہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ چیدہ افراد کی لیاقت اور قابلیت کو دنیا سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ اس کے بھی مخالف ہے۔ کہ چند لائق افراد کے ہاتھ میں دنیا اس طرح دے دی جائے۔ کہ قوم کی اکثریت کی رائے مٹا دی جائے۔ پس جہاں تک دنیا کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے۔ آئندہ دنیا میں

اسلام کا مقابلہ

یاجوج اور ماجوج سے اس رنگ میں ہوگا۔ کہ ایک طرف افراد کی حریت قائم کی جائے۔ اور دوسری طرف چیدہ افراد کی قابلیتوں سے فائدہ اٹھانے کا راستہ کھولا جائے۔ مگر یہ اتنا بڑا کام ہے۔ کہ جو اسلام کی حامل یعنی جماعت احمدیہ کی موجودہ قوتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانی نقطۂ نگاہ سے ناممکن نظر آتا ہے۔ ان دونوں گروہوں کی پوری شوکت اگر کسی نے دیکھنی ہو۔ تو وہ دنیا کی برتری حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی مختلف جماعتوں کو دیکھ لے۔ اور اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس وقت مذکورہ بالا دو اصول کلی طور پر دنیا کو تقسیم کئے ہوئے ہیں۔ آدھی دنیا ایک طرف ہے۔ اور آدھی دوسری طرف اور بیچ میں

بے سامان و بیکس جماعت احمدیہ

ہے۔ جو اسلامی اصول کی حمایت میں کھڑی ہے۔ پس اگر اسلامی اصول نے دنیا میں ترقی کرنی ہے۔ تو ہمارے لئے ضروری ہوگا۔ کہ ان دونوں طاقتوں کو ایک درمیانی نقطہ پر جمع کیا جائے۔ اور پھر اسلامی تعلیم کے ماتحت ان کو چلایا جائے۔ مگر ایک ایسی جماعت جسے اپنے مرکز میں بھی امن حاصل نہیں۔ جسے چھوٹی چھوٹی اقلیتیں بھی دبانے اور ڈرانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ جس کی مثال اپنے مخالفین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے۔ جیسے بتیس دانتوں میں زبان ہوتی ہے۔ وہ ان زبردست۔ اور عظیم الشان طاقتوں کی اصلاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ یہ ایک سوال ہے۔ جو ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور بظاہر انسانی سامانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ امر بالکل ناممکن نظر آتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے جب بھی کوئی کام لیا ہے۔ ہمیشہ ایسے ہی وجودوں سے لیا ہے۔ جو بظاہر دنیا میں بیکس نظر آتے تھے۔ بظاہر ذلیل اور حقیر نظر آتے تھے۔ بظاہر ناکارہ اور لغو دکھائی دیتے تھے۔ مگر الٰہی تصرف سے ترقی کرکے وہ ایسی طاقت پکڑ گئے۔ کہ دنیا ان کے کاموں سے حیران رہ گئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانہ میں

جو جد و جہد شروع ہوئی۔ کون کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ دنیا پر ایک دن غالب آکر رہے گی۔ فرانس کا ایک مشہور مصنف رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے۔ ممکن ہے بعض امور محمد (صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی عظمت کے متعلق ہمیں شُبہ میں ڈال سکتے ہوں۔ مگر ایک چیز ہے۔ جو محمد (صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) اور آپؐ کے ساتھیوں میں مجھے نظر آتی ہے۔ اور میں جب بھی اس پر غور کرتا ہوں محو حیرت ہو کر رہ جاتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے عرب کی سرزمین میں ایک مسجد میں جسکی دیواریں گارے سے بنی ہوئی ہیں۔ جسکی چھت پر لکڑیاں نہیں۔ بلکہ کھجور کی شاخیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور وہ اتنی کمزور ہے۔ کہ ذرا بارش ہو۔ تو پانی ٹپکنے لگ جاتا ہے۔ اس میں چند آدمی جمع ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں۔ جن کے تن پر پورا لباس بھی نہیں۔ اگر بعض کے پاس پاجامے ہیں۔ تو کُرتے نہیں۔ اگر کُرتے ہیں۔ تو پاجامے نہیں۔ اور اگر کسی کے پاس کُرتہ اور پاجامہ بھی ہے۔ تو اس کے سر پر پگڑی نہیں۔ اور اگر کسی کے پاس سر ڈھانکنے کے لئے پھٹی پُرانی پگڑی ہے۔ تو اسے جوتی میسر نہیں۔ پھر وہ اَن پڑھ ہیں۔ وہ جاہل ہیں۔ وہ دنیا کے کسی علم سے واقف نہیں۔ غرض میں اپنے خیال کی نگاہ میں جب ان کو دیکھتا ہوں۔ تو وہ مجھے چند غریب اور بے کس انسان نظر آتے ہیں۔ وہ ایک کچی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ وہ پورے لباس سے بھی عاری ہیں۔ وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور سجدہ میں جھکتے ہیں۔ تو بارش کی وجہ سے ان کی پیشانی کیچڑ میں لت پت ہو جاتی ہے (یہ تمام باتیں احادیث میں لکھی ہوئی ہیں) مگر جب میں قریب ہو کر سنتا ہوں کہ آپس میں وہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ تو میرے کانوں میں یہ آواز آتی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے یہ مشورہ کر رہے ہیں۔ کہ ہم کس طرح تمام دنیا کو فتح کر کے اسلام کو غالب کر دیں۔ اور یہ ان کی باتیں جو پاگلوں کی بڑ معلوم ہوتی ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں پوری بھی ہو جاتی ہیں۔ اور وہ واقعہ میں ساری دنیا پر غالب آجاتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ جب میں یہ بات دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ماننا پڑتا ہے۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) جو کچھ کہتے تھے۔ اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے۔ بلکہ کوئی اور زبردست طاقت تھی۔ جو ان سے یہ باتیں کہلواتی تھی۔

آج جو ہماری حالت ہے

یہ بظاہر اس زمانہ سے اچھی نظر آتی ہے ہماری یہ مسجد پختہ ہے۔ اس کے ستون سیمنٹ کے ہیں۔ اسکی چھت پر گارڈر پڑے ہوئے ہیں۔ اور نمازیوں کے آرام کے لئے بڑے بڑے سائبان لگے ہوئے ہیں۔ غرض اس زمانہ سے بظاہر ہماری حالت مختلف ہے۔ مگر جو ہمارے دشمنوں کی حالت ہے۔ وہ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانہ کے دشمنوں کی حالت سے مختلف ہے۔ اور اگر نسبت کے لحاظ سے غور کیا جائے تو ہر شخص کو یہ اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ جو حالت رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی دشمنوں کے مقابلہ میں تھی۔ وہی ہماری جماعت کی موجودہ زمانہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہے۔ کیونکہ دنیا میں ہمیشہ نسبت دیکھی جاتی ہے۔ تعداد نہیں دیکھی جاتی۔ اگر ایک روپیہ سے ایک شخص ایک سَو روپیہ کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا شخص ایک سَو روپیہ سے دس ہزار کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو ان دونوں کا معاملہ بالکل یکساں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ جو نسبت ہے۔ وہ قائم ہے۔ یہ نہیں دیکھا جائے گا۔ کہ فلاں کے پاس ایک روپیہ تھا۔ اور فلاں کے پاس ایک سَو۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا۔ کہ اس نے ایک سے سَو کا مقابلہ کیا۔ اور اس نے سَو سے دس ہزار کا۔ کیونکہ جو ایک اور سَو میں نسبت ہے۔ وہی نسبت سَو اور دس ہزار میں ہے۔ اور جب نسبت ایک ہے تو دونوں کی ایک ہی حالت ہوئی۔ پس اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ بظاہر ہماری حالت اچھی نظر آتی ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ

احمدیت نے جن طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے

ان کی نسبت ہماری طاقت کے مقابلہ میں کیا ہے۔ بے شک ہماری مسجد کی چھت پختہ ہے۔ اس کا فرش بھی پختہ ہے۔ اور اس میں لوگوں کے آرام کے لئے سائبان موجود ہیں۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کے دشمنوں کے پاس بھی توپیں اور ہوائی جہاز نہیں تھے۔ پھر ان میں کوئی نظام نہیں تھا۔ اس وقت سفر کی سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ تار۔ ٹیلیفون اور وائرلیس نہیں تھا۔ پھر ان میں وہ فوجی نظام نہیں تھا۔ جو آج ہے۔ ان کا مالی نظام مضبوط نہیں تھا۔ اور اسی طرح کے اور بہت سے نقص ان میں موجود تھے۔ پس بے شک رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت بہت کمزور تھی۔ اور اس زمانہ میں ہماری حالت بظاہر اچھی نظر آتی ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں۔ کہ دشمن کی جس قدر اس وقت طاقت تھی۔ اس سے بہت زیادہ آج ہمارا دشمن طاقتور ہے۔ حقیقتاً اگر غور کیا جائے۔ اور اس بے بسی کو بھی دیکھا جائے۔ کہ جماعت احمدیہ جس کے سپرد یہ عظیم الشان کام کیا گیا ہے۔ وہ محکوم ہے۔ جبکہ محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صحابہ رضؓ آزاد تھے۔ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس زمانہ کا کام اس زمانہ سے کوئی کم مشکل نہیں بلکہ نسبت وہی قائم ہے۔ جو پہلے تھی۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس زمانہ کا کام ویسا ہی ناممکن نظر آتا ہے۔ جیسے محمد صلے اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم کے زمانہ میں نظر آتا تھا۔ جس خدا نے اس وقت محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہا تھا۔ کہ میں تیری تعلیم کو تمام دنیا میں پھیلا دوں گا۔ اسی خدا نے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا ہے۔ کہ

مَیں تجھے کامل غلبہ بخشوں گا

اور تیرے تمام دشمنوں کو تیرے مقابلہ میں شکست دوں گا۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذریعہ جو کام ہُوا تھا۔ وہ انسانی کام تھا۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں اگر یہ کام ہو بھی گیا تھا۔ تو آج اس کا کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ آج انسانی طاقت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن اگر خدا نے وہ کام کیا تھا۔ اور واقعہ میں اسی نے کیا تھا۔ تو جس خدا میں یہ طاقت تھی۔ کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دشمنوں کو زیر کر کے آپ کی تعلیم کو تمام دنیا میں پھیلا دے۔ اسی خدا میں آج بھی یہ طاقت ہے۔ کہ وہ ہمارے دشمنوں کو زیر کر کے

احمدیت کی تعلیم اکناف عالم میں

پھیلا دے۔ اور دنیا کے تمام ادیان پر اسلامی تعلیم کی برتری اور فوقیت عملی رنگ میں ثابت کر دے۔ پس اس غلبے کا امکان موجود ہے۔ مگر موقعہ کی نزاکت اور اہمیت ایسی ہے۔ کہ ہم میں سے ہر شخص کی توجہ اس کام کی طرف مبذول ہونی چاہیئے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی شخص دیانتداری کے ساتھ احمدی نہیں کہلا سکتا۔ جب تک وہ اُٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے۔ سوتے اور جاگتے یہ مقصد اپنے سامنے نہیں رکھتا۔ کہ اس نے دنیا کے تمام تمدنوں کو مٹا کر اسلامی تمدن قائم کرنا ہے۔ اس نے دنیا کے تمام اصول کو مٹا کر اسلامی اصول کا احیاء کرنا ہے اور اس نے اسلام کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق

تمام دنیا کو ایک نئے رنگ میں ڈھالنا

ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جس کی طرف میں ایک عرصہ سے جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ بہت سے دوست جب ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ تو وہ یہ سمجھکر داخل ہوتے ہیں۔ کہ صرف چند مسائل کا نئے رنگ میں سمجھنا احمدیت میں داخل ہونے کی غرض ہے۔ حالانکہ چند مسائل کا سمجھانا حضرت مسیح موعود عؑ کی بعثت کی غرض نہیں۔ مسیح موعود عؑ کی بعثت کی غرض اسلام اور احمدیت کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنا ہے۔ مسیح موعود عؑ کے آنے کی یہ غرض نہیں۔ کہ صرف تم اس پر ایمان لاؤ۔ یا مَیں اس پر ایمان لے آؤں۔ بلکہ میرا اور تمہارا ایمان کیا

ساری دنیا کا ایمان لے آنا

بھی مسیح موعود عؑ کی بعثت کی غرض نہیں۔ پس میرے یا تمہارے ایمان لانے سے وہ غرض پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ دس کروڑ افراد کے ایمان لانے سے بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک ارب لوگوں کے ایمان لانے سے بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ ساری دنیا کے ایمان لانے سے بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اگر ساری دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے۔ مگر وہ تبدیلی پیدا نہ ہو۔ جس تبدیلی کو پیدا کرنا آپ کا حقیقی مقصد اور مدعا تھا۔ تو یہ ہماری فتح کس طرح کہلا سکتی ہے۔ ہماری فتح تو اسی وقت ہو گی جب وہ تبدیلی پیدا ہو گی۔ جس تبدیلی کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ پس جب بھی کوئی شخص احمدیت میں داخل ہوتا ہے۔ اسے یہ امر اپنے مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ

ہماری غرض

یہ ہے۔ کہ ہم اسلامی تعلیم کو دنیا میں قائم کریں۔ اور باقی تمام تعلیموں کو مٹا کر رکھ دیں۔ ہم نے یہ غرض کبھی نہیں چھپائی۔ ہم حکومت کے وفادار ہیں۔ اور جس حکومت کے ماتحت بھی رہیں گے۔ اس سے وفاداری کرنا نہیں چھوڑینگے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر اسلام کے غلبہ کی خواہش جو ہمارے دلوں میں ہے۔ وہ مٹائی نہیں جاسکتی۔ اور نہ کسی میں طاقت ہے۔ کہ وہ ہمارے ضمیر کی حریت کو سلب کرے۔ مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ یہ کام اتنا اہم ہے۔ کہ اس کے لئے ہمیں بہت بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے

سب سے پہلی اور کم درجہ کی قربانی

یہ ہے۔ کہ جماعت کے خیالات میں ایک تبدیلی پیدا کی جائے۔ تاکہ ہماری جماعت کے ہر بچے ہر بوڑھے ہر مرد اور ہر عورت کے دل میں پوری مضبوطی سے یہ بات گڑ جائے کہ اس کے سپرد کیا کام ہے۔

ہمارا ایک زمیندار

جس وقت ہل چلا رہا ہو۔ جب اس کے تن پر پورا کپڑا بھی نہ ہو۔ جب ایک معمولی تہبند اس نے باندھا ہوا ہو۔ اسی وقت گو وہ ہل چلا رہا ہو۔ مگر اس کے دل میں یہ خیال موجزن ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جس کے ماتحت اسلام کا جھنڈا میں دنیا کے تمام لوگوں کے دلوں پر گاڑ سکتا ہوں

ہمارا ایک درزی

جس وقت سوئی چلا رہا ہو۔ جس وقت اسے یہ بھی معلوم نہ ہو۔ کہ آج کی مزدوری میرے بیوی بچوں کے کھانے کے لئے کافی بھی ہوگی یا نہیں۔ یہی خیالات اس کے دل میں بار بار اٹھنے چاہئیں۔ کہ وہ کونسا ذریعہ ہے۔ جس سے کام لیتے ہوئے اسلام تمام دنیا پر غالب آسکتا۔ اور ادیانِ باطلہ شکست کھا سکتے ہیں

ہمارا ایک سقہ

جس وقت مشک اٹھائے جارہا ہو۔ جب اس کے بوجھ کے نیچے اسکی کمر خم ہو رہی ہو۔ اس کے دماغ میں یہی خیالات پیدا ہونے چاہئیں۔ کہ وہ کونسے ذرائع ہیں۔ جن سے کام لیتے ہوئے اسلام کو دنیا پر غالب کیا جاسکتا ہے۔

ہمارا ایک مزدور

جس وقت من دو من بوجھ اٹھائے جارہا ہو۔ جب گرمی کی شدت سے اس کا پسینہ بہ رہا ہو۔ جب اس کا سر بوجھ کے مارے جھکا جارہا ہو۔ اس وقت بھی اس کے دماغ میں یہی خیالات اٹھنے چاہئیں۔ کہ کن ذرائع سے کام لیتے ہوئے اسلامی تعلیم کا احیاء ہوسکتا ہے۔ اور وہ کونسے طریق ہیں۔ جن کے ماتحت اسلام کو تمام دنیا پر غالب کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ کیفیت ہماری جماعت کے تمام دوست اپنے اندر پیدا کرلیں گے۔ تو اس کے نتیجہ میں ان کے اندر ایسی روح پیدا ہو جائے گی۔ کہ وہ آستانہ الٰہی کی طرف تمام دنیا کو کھینچ کر لے آئیں گے۔ اور جس قدر مخالف طاقتیں ہیں۔ ان کو کچل کر رکھ دیں گے۔ مگر ہمارا کچلنا تلواروں سے نہیں۔ بلکہ تبلیغ کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا کچلنا تعلیم کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا کچلنا ترغیب کے ذریعہ ہوگا۔ ہم لوگوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کریں گے۔ اور اس کے بعد ان کے جسموں پر قبضہ کریں گے۔ یہ نہیں ہوگا۔ کہ ان کے جسموں پر قبضہ کرکے ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا کریں۔ اسی کے لئے میں نے

مختلف شکلوں میں بعض انجمنیں

قائم کی ہیں۔ مگر غرض صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان خیالات کو دُور کیا جائے۔ جو اسلام کے خلاف دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں۔ دنیا اس وقت قسم قسم کے ظلموں کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ کوئی کسی فلسفہ کے ماتحت ظلم کر رہا ہے۔ اور کوئی کسی فلسفہ کے ماتحت مگر انسان کی حقیقت راحت کے لئے جو تعلیم اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ اسے لوگوں نے بھلا رکھا ہے۔ پس یہ ہمارا کام ہے۔ کہ ہم اس تعلیم کو دنیا میں رائج کریں۔ اور سب سے پہلے خود اس پر عمل کریں۔ اور پھر دنیا کی بہتری کے لئے آہستہ آہستہ اسے لوگوں میں رائج کریں۔ کئی باتیں بظاہر نہایت چھوٹی نظر آتی ہیں۔ مگر دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ پہلے لوگ انہیں سنتے ہیں۔ تو ہنستے ہیں۔ مگر بعد میں انہیں اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ واقعہ میں یہ تعلیم نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اسی وجہ سے میں کچھ عرصہ سے جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ

اسلامی تمدن کے قوانین اپنے اندر جاری کریں

تا دوسرے لوگ دیکھ کر اندازہ لگا سکیں۔ کہ اسلامی تمدن کیسا بابرکت اور آرام دہ ہے۔ اس کے متعلق گذشتہ سال سے میں یہ کہتا چلا آرہا ہوں۔ کہ ہمیں اپنی تجارتوں میں اپنے لین دین کے معاملات میں اور اسی طرح اور تمدنی اور اقتصادی امور میں اسلامی تعلیم کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی بارہ میں ایسی ہدایات دی ہیں۔ کہ جن پر اگر عمل کیا جائے۔ تو دنیا میں حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے۔ بعض باتیں بظاہر معمولی نظر آتی ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ اب دنیا کی حکومتیں بھی ان کی طرف توجہ کر رہی ہیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے اخبارات میں ایک خبر پڑھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی۔ اور افسوس بھی۔ خوشی تو اس لئے کہ وہ ایک اسلامی تعلیم ہے۔ جس کا احیاء ہوا۔ اور افسوس اس لئے کہ مسلمانوں نے اس بات کو اسلامی تعلیم سے نہ سیکھا۔ بلکہ صدیوں تک مصیبتیں اٹھانے اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد یورپ سے سیکھا۔ حالانکہ وہ تعلیم اسلام میں موجود ہے۔ اور اسی نے سب سے پہلے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ وہ بات یہ ہے۔ کہ ایک دو مہینے ہوئے۔ ترکوں نے یہ قانون پاس کیا ہے۔ کہ

تمام اشیاء کا ایک ریٹ مقرر ہونا چاہیئے

تا کوئی دوکاندار سودا مہنگا یا سستا فروخت نہ کرسکے۔ بلکہ جب بھی کوئی گاہک کسی دوکان پر جائے۔ اسے مقررہ قیمت پر چیز مل جائے۔ اس ضمن میں ہر دوکاندار کو یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنی دوکان پر تمام چیزوں کی ایک لسٹ بنا کر لٹکا دے اور ہر چیز کے آگے اس کا بھاؤ درج کرے تا تمام بازار میں ایک ہی قیمت پر چیز ملے۔ یہ نہ ہو۔ کہ کسی سے زیادہ قیمت وصول کر لی جائے۔ اور کسی سے کم۔ اسکی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے۔ کہ بیرونی ملکوں کے لوگ جب ہمارے ملک میں آتے ہیں۔ تو ایک ہی چیز کسی جگہ انہیں کسی قیمت پر ملتی ہے۔ اور کسی جگہ کسی قیمت پر۔ اگر کوئی ہوشیار گاہک ہو۔ تو اس سے کم قیمت لے لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی بے وقوف ہو۔ تو اس سے زیادہ پیسے وصول کر لیتے ہیں۔ پھر جب وہ دونوں آپس میں ملتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ کہ یہ چیز کتنے کو خریدی ہے۔ تو ایک کوئی قیمت بتاتا ہے۔ اور دوسرا کوئی۔ ایک کہتا ہے۔ میں نے یہ چیز دو روپے کو خریدی ہے۔ اور دوسرا اسی چیز کے متعلق یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے بارہ آنے کو خریدی ہے۔ ایک کہتا ہے۔ کہ میں نے فلاں چیز کے پندرہ روپے دیئے ہیں۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ میں نے دس روپے دیئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ قوم کے اخلاق ان کی نگاہ میں گر جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ترک جھوٹے ہوتے ہیں۔ یورپ میں ایک حد تک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے ہر ملک میں نہیں۔ بلکہ زیادہ تر انگلستان میں ہی اس پر عمل ہوتا ہے۔ ورنہ اور ممالک میں خواہ وہ یورپین ہی کیوں نہ ہوں۔ قیمتوں کا گھٹنا بڑھنا ہمیشہ نظر آتا ہے۔ انگلستان میں بھی کسی حد تک ہی یہ بات پائی جاتی ہے۔ مگر جو معزز دوکاندار ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی اشیاء کی ایک قیمت رکھتے ہیں۔ اور بعض دوکاندار تو اتنی سختی سے کام لیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی گاہک انہیں یہ کہے۔ کہ قیمت ذرا گھٹا دیں۔ تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ آپ ہماری دوکان سے چلے جائیں۔ لیکن بہر حال ایشیا کی نسبت یورپ میں اس بات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ مقررہ قیمتوں پر چیزیں فروخت ہوں مگر تعجب ہے۔ وہ مذہب جس نے اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی۔ اس کے ماننے والے اتنی بات بھی نہیں جانتے۔ کہ یہ اصل میں اسلامی تعلیم ہے بلکہ وہ اسے

یورپ کی خوبی

خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ سے مدینہ منورہ میں قیمتوں پر اسلامی حکومت تصرف رکھتی تھی۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں پھر رہے تھے۔ کہ آپ نے دیکھا۔ ایک شخص حاطب بن ابی بلتعہ المصلی نامی بازار میں دو بورے سوکھے انگوروں کے رکھے بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بھاؤ دریافت کیا۔ تو انہوں نے ایک درہم کے دو مُد بتائے یہ بھاؤ بازار کے عام بھاؤ سے سستا تھا اس پر آپ نے ان کو حکم دیا۔ کہ اپنے گھر جاکر فروخت کریں۔ مگر بازار میں وہ اس قدر سستے نرخ پر فروخت نہیں کرنے دیں گے۔ کیونکہ اس سے بازار کا بھاؤ خراب ہوتا ہے۔ اور لوگوں کو

بازار والوں پر بدظنی

پیدا ہوتی ہے۔ فقہاء نے اس پر بڑی بحثیں کی ہیں۔ بعض نے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں۔ کہ بعد میں حضرت عمرؓ نے اپنے اس خیال سے رجوع کر لیا تھا۔ مگر بالعموم فقہاء نے حضرت عمرؓ کی رائے کو ایک قابلِ عمل اصل کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اور انہوں نے لکھا ہے۔ کہ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ریٹ مقرر کرے۔ ورنہ قوم کے اخلاق اور دیانت میں فرق پڑ جائے گا۔ مگر یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ اپنی اشیاء کا ذکر ہے۔ جو منڈی میں لائی جائیں۔ جو اشیاء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منڈی میں نہیں لائی جاتیں۔ اور انفرادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا یہاں ذکر نہیں۔ پس جو چیزیں منڈی میں لائی جاتی۔ اور فروخت کی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق اسلام کا یہ واضح حکم ہے۔ کہ ایک ریٹ مقرر ہونا چاہیئے۔ تا کوئی دوکاندار قیمت میں کمی بیشی نہ کر سکے۔ چنانچہ بعض آثار اور احادیث بھی فقہار نے لکھی ہیں۔ جن سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

اب دیکھو وہ خوبی جو آج ترک یورپ سے نقل کر کے اپنے اندر پیدا کر رہے ہیں۔ وہ اسلام کے ابتدائی زمانہ سے موجود چلی آتی ہے۔ مگر اسکو مسلمانوں نے بھلا دیا۔ اور سمجھ یہ لیا۔ کہ یہ اچھی باتیں یورپ کی ایجاد کردہ ہیں۔ اسی طرح اور ہزار ہا باتیں ہیں۔ جن میں اسلام نے ابتدار سے صحیح تعلیم دی ہوئی ہے۔ جن سے ایک طرف افراد کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف

اجتماعی حقوق کی نگرانی

ہوتی ہے۔ وہ ایک درمیانی راستہ بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ انفرادیت کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ اجتماعیت کو کچلے۔ اور اجتماعیت کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ انفرادیت کو کچلے۔ مثلاً قرآن شریف حکم دیتا ہے۔ کہ لین دین کا معاملہ ہو۔ تو اسے لکھ لو۔ اب کتنے مسلمان ہیں۔ جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور یورپ والوں نے یہ خوبی سپین والوں سے سیکھی ہے۔ جہاں کئی سو سال تک اسلامی حکومت قائم رہی۔ سپین میں جس قدر سودے ہوتے تھے۔ وہ لکھے جاتے تھے۔ اور پرانی اسلامی تاریخ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت سودے لکھے جاتے تھے۔ یہی قرآن کا حکم ہے۔ اگر اس حکم کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ تو لبسا اوقات بعد میں بڑے بڑے جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو چھوٹی باتیں ہوں یا بڑی باتیں۔ سب کی سب قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں نے انہیں ترک کر دیا ہے۔ پس اب یہ ہمارا کام ہے۔ کہ ہم ان تمام باتوں کو دنیا میں رائج کریں۔ کیونکہ کوئی بات ایسی نہیں۔ جس کے متعلق اسلام میں کامل تعلیم موجود نہ ہو۔ ورثہ کے متعلق قرآن کریم میں احکام موجود ہیں۔ لین دین کے معاملات کے متعلق قرآن کریم میں احکام موجود ہیں۔ شادی بیاہ کے متعلق قرآن کریم میں احکام موجود ہیں۔ سیاسیات کے متعلق قرآن کریم میں احکام موجود ہیں۔ تعلیم و تربیت کے متعلق قرآن کریم میں احکام موجود ہیں۔ شاگرد کے استاد سے کیسے تعلقات ہوں۔ استاد کے شاگرد سے کیسے تعلقات ہوں۔ بادشاہ کا رعایا سے کیسا سلوک ہو۔ اور رعایا کا بادشاہ سے کیسا سلوک ہو۔ ان تمام امور کے متعلق اسلام میں نہایت

تفصیلی تعلیم

موجود ہے۔ اور کوئی شعبہ انسانی زندگی کا ایسا نہیں۔ جس کے متعلق احکام موجود نہ ہوں۔ اگر ہم ان تمام احکام پر خود عمل کریں اور دوسروں میں انہیں رائج کریں۔ تو دنیا پر اسلامی احکام کی خوبی خود بخود واضح ہوتی چلی جائے گی۔ اور وہ ایک دن اس بات پر مجبور ہو جائے گی۔ کہ اس طرف کلیتہً آجائے۔ ہمارے راستہ میں جو چیز روک ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس حکومت نہیں۔ یعنی اگر ہم اسلامی قواعد جاری کریں۔ تو ایک طبقہ ایسا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو یہ کہنا شروع کر دیتا ہے۔ کہ ہم پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور چونکہ حکومت ہمارے پاس نہیں۔ اسلیئے حکومت کے بعض افراد کو بھی دشمن اکسانے لگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ یہ

بنی نوع انسان کے حقوق میں مداخلت

کر رہے ہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہیں کرتا۔ کہ ہم حکومت میں دخل نہیں دینا چاہتے۔ بلکہ شیطان کی حکومت کی جگہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آخر اسلام کی حکومت اگر دنیا میں قائم ہو۔ تو اس میں میرا کیا فائدہ ہے؟ یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا فائدہ ہے؟ یا محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا کیا فائدہ ہے؟ اس حکومت کے قیام میں تو خدا کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ خدا جس قدر احکام دیتا ہے۔ اپنے فائدہ کے لئے نہیں دیتا۔ بلکہ لوگوں کے فائدہ کے لئے دیتا ہے۔ اگر ہم ان احکام پر عمل کریں۔ تو آرام و راحت میں رہ سکتے ہیں۔ اور اگر عمل نہ کریں۔ تو اسی دنیا میں ایک عذاب میں رہیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم جو احکام بھی دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے دیتے ہیں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جو وراء الوراء ہستی ہے۔ جو غنی اور صمد ہے۔ اسے ان باتوں سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کہ میاں اور بیوی کے تعلقات کیسے ہوں۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کیسے ہوں۔ مدعی اور مدعا علیہ کے تعلقات کیسے ہوں۔ اس سے تو سراسر ہمیں ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ خدا کو فائدہ نہیں ہوتا۔ پس ضروری ہے۔ کہ ہم نہ اپنے فائدہ کے لئے بلکہ بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبود کے لئے اسلامی تعلیم دنیا میں قائم کریں۔ اور ان تمام اصول کو دنیا میں رائج کریں۔ جنہیں اسلام نے ضروری قرار دیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جس کی طرف میں ایک عرصہ سے جماعت کو لا رہا ہوں۔ اور بار بار بتا رہا ہوں۔ کہ

ہماری جماعت کے قیام کی غرض

اسلام کی تعلیم کو قائم کرنا ہے۔ جب ہم عملی طور پر اس تعلیم کو قائم کرلیں گے۔ اور کوئی روک ہمارے راستہ میں حائل نہیں رہے گی اس وقت ہم کہہ سکیں گے۔ کہ ہم نے اپنے قیام کی غرض کو پورا کر دیا۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ اگرچہ اسلامی تعلیم کے بعض حصے ایسے ہیں۔ جو حکومت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر وہ بہت ہی قلیل ہیں۔ ایک کثیر حصہ اسلامی احکام کا ایسا ہے۔ جسے ہم ہر وقت جاری کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ہمیں ایک ایسی حکومت عطا کی ہے۔ جس کے بعض افراد کی خواہ ہم کس قدر مذمت کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نے افراد کو ان کے اپنے عقائد کے متعلق بہت کچھ آزادی دی ہوئی ہے۔ اور وہ بہت تھوڑے معاملات میں دخل دیتی ہے۔ یہ انگریزی حکومت میں ایک ایسی خوبی ہے۔ جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ گو اسلام میں اس سے بہت زیادہ آزادی حاصل تھی۔ چنانچہ اسلامی حکومت کے زمانہ میں یہودیوں کو اپنے قاضی اور عیسائیوں کو اپنے قاضی مقرر کرنے کی اجازت تھی۔ جو ان کی اپنی شریعت کے مطابق ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے اور انہیں تنخواہیں سرکاری خزانہ سے دی جاتیں۔ یعنی تنخواہ انہیں مسلمان حکومت دیتی۔ اور وہ اپنی قوم کے جھگڑوں کا

تورات یا انجیل کے مطابق فیصلہ

کرتے۔ اب انگریزی حکومت میں یہ بات تو نہیں۔ کہ وہ ہمارے قاضیوں کو اپنے خزانہ سے تنخواہ دے۔ مگر بہر حال خاص دائرہ کے اندر اگر ہم اپنے لئے خود قاضی مقرر کرلیں۔ تو حکومت اس سے روکتی نہیں۔ اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کا ایک خاص فضل ہے۔ پس ہم اگر چاہیں۔ تو اس آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی نوّے یا پچانوے فی صدی تعلیمات جاری کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم لین دین اور سودوں کے معاملات میں شریعت کے احکام جاری کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے گاہک اور تاجر اس بات پر راضی ہوں۔ کیونکہ حکومت ان معاملات میں دخل نہیں دیتی۔

ابھی پچھلے دنوں ایک جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا۔ کہ

مصری صاحب کا مقاطعہ

جو جماعت احمدیہ نے کیا ہے۔ یہ درست نہیں۔ اور کسی کا حق نہیں۔ کہ وہ ایسے معاملات میں دخل دے۔ اور دوکانداروں کو ہدایت کرے۔ کہ سودا وغیرہ نہ دیں۔ مگر اس کے خلاف جب بالا جج کے پاس اپیل کی گئی۔ تو اس نے اپنے فیصلہ میں لکھا۔ کہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے لئے ایک قانون بناتی ہے۔ تو کسی کا کوئی حق نہیں۔ کہ اس قانون میں دخل دے۔ یہ

برطانوی روح

جو اس جج سے ظاہر ہوئی۔ وہی ہے جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ کہ برطانوی حکومت میں افراد کی آزادی کی روح پائی جاتی ہے۔ گویا یہ ایک ممتاز نیکی ہے۔ جو اس قوم میں پائی جاتی ہے۔ اور اسی نیکی کے اثر کے ماتحت مذکورہ بالا جج نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ جماعت احمدیہ کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ قانون شکنی کئے بغیر جماعت کی بہتری کے لئے جو قانون چاہے بنائے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم اگر اس بات کو سمجھیں۔ کہ اصل فائدہ اسی تعلیم میں ہے۔ جو اسلام نے پیش کی ہے۔ تو وہ وسوسے جو بعض دفعہ انسانی قلب میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور انسان یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ کہ اس تعلیم پر عمل کر کے مجھے فلاں نقصان پہنچے گا۔ وہ تھوڑی سی توجہ اور اصلاح سے دور ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بد دیانتی ہے۔ یہ ایک عیب ہے۔ جو دنیا میں پایا جاتا ہے۔ اس کے ماتحت لبسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ زید بکر سے دس روپے لوٹتا ہے۔ اور عمرو زید سے وہ روپے لوٹ لے لیتا ہے۔ پھر خالد آتا ہے۔ وہ عمرو سے روپے لے جاتا ہے۔ اور اس طرح عملی رنگ میں حساب وہیں آکر ٹھہرتا ہے۔ جہاں بد دیانتی سے پہلے تھا۔ اگر زید۔ بکر۔ عمرو اور خالد سب دیانتداری اختیار کریں۔ تو روپیہ بھی وہیں کا وہیں رہیگا اور مزید فائدہ یہ ہوگا۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی سے محفوظ رہیں گے۔ تمہیں دنیا میں یہ کہیں نظر نہیں آئے گا۔ کہ ٹھگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آخر تک کامیاب ہوتا چلا جائے۔

ٹھگی اور دھوکہ بازی آخر ایک دن ظاہر ہو کر رہتی ہے

فرق صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ اس سے روپیہ چھینتا ہے۔ اور وہ اس کا روپیہ غصب کر لیتا ہے۔ اگر سب اپنی اپنی جگہ روٹی کھائیں۔ اور دوسرے کے مال کی طرف تحریص کی نگاہوں سے نہ دیکھیں۔ تو انہیں ایک دوسرے کے خلاف کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ مگر اب یہ حال ہے۔ کہ ایک دوسرے سے چھینتا ہے۔ اس سے اگلا چھین لیتا ہے۔ اور سارے ہی فریادی رہتے ہیں۔ ایک کہتا ہے۔ دنیا کتنی خراب ہو گئی۔ فلاں شخص مجھ سے دھوکہ بازی کر کے اتنا روپیہ لے گیا۔ اور وہ یہ نہیں سوچتا۔ کہ میں نے فلاں کے ساتھ دھوکہ بازی کی تھی اور اس کا اتنا مال میں نے بھی بے جا طور پر غصب کر لیا تھا۔ اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف اور دوسرا تیسرے کے خلاف شور مچائے پھرتا ہے۔ حالانکہ ان میں سے ہر شخص خود بھی

دھوکہ باز اور مجرم

ہوتا ہے۔ اگر یہ سارے اپنی اپنی جگہ فیصلہ کر لیتے۔ کہ ہم نے بددیانتی سے دوسرے کا مال نہیں لینا۔ تو مالی حالت گو ان کی ویسی ہی رہتی جیسی پہلے تھی۔ مگر زائد فائدہ یہ ہوتا۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور مقبول ہو جاتے۔ اور اسکی نصرت اور تائید ان کے شاملِ حال رہتی۔

تو اسلامی تعلیم کے رائج ہونے کے ساتھ ہی دنیا کی بہتری ہے۔ اور ہمیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا کیا ہے۔ جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا بے نظیر ہادی اور

قرآن کریم جیسا بے نظیر ہدایت نامہ

ملا ہے۔ یہ امر ہمیشہ سوچتے رہنا چاہیئے۔ کہ وہ کون سے ذرائع ہیں۔ جن کے ماتحت اسلامی تعلیم کو دنیا میں قائم کیا جا سکتا ہے ہم خود جب قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے۔ صحیح ہے۔ تو ہمارے لئے اس امر کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ کہ ہمارا اولین فرض اسلامی تعلیم کا احیاء ہے۔ کیونکہ ہم جس دن قرآن پر ایمان لائے۔ اسی دن ہم نے اقرار کر لیا۔ کہ ہم اس کا جوأ اپنی گردن پر اٹھاتے ہیں۔ اور اسکی تعلیم کو تمام دنیا میں پھیلانے کا عہد کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس اقرار اور اس ایمان کے بعد بھی ہم عمل ترک کر دیں۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف کوئی توجہ نہ کریں۔ تو دوسروں پر کیا گلہ ہو سکتا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ نہایت سنجیدگی اور اہتمام سے اس کام کے لئے کھڑی ہو جائے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ تم تھوڑے ہو۔ تم دنیا میں کیا کر سکو گے۔ دنیا میں کئی چھوٹی چیزیں ایسی ہیں۔ جو ابتداء میں حقیر دکھائی دیتی ہیں۔ مگر آخر سب دنیا میں پھیل جاتی ہیں۔ طریق یہی ہے۔ کہ پہلے اسے ایک اختیار کرتا ہے۔ پھر دوسرا اختیار کرتا ہے۔ پھر تیسرا اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تمام لوگ اسے اختیار کر لیتے ہیں۔

حدیث قدسی

میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جب اپنے کسی پیارے بندے کی قبولیت دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے۔ تو قریب کے فرشتوں کو بتاتا ہے۔ کہ فلاں شخص میرا محبوب ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو۔ نچلے فرشتوں کو جب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اوپر کے ملائکہ سے کوئی بات کہی ہے۔ تو وہ ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ اللہ میاں نے تم سے کیا بات کہی ہے اس پر وہ بتاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔ اور اب ہمارا بھی یہ فرض قرار دیا گیا ہے۔ کہ ہم اس سے محبت کریں۔ ان کی آپس کی باتوں سے اطلاع پا کر جو اور نیچے فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سے اوپر والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ اس پر وہ انہیں بتاتے ہیں۔ کہ فلاں شخص خدا تعالےٰ کا محبوب ہے۔ اور ہمیں اس سے محبت رکھنے کا حکم ملا ہے۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے زمین کے فرشتوں تک بات پہنچتی ہے۔

فیوضع لہ القبول فی الارض

اس شخص کی قبولیت تمام دنیا کے نیک بندوں کے دلوں میں ڈالدی جاتی ہے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالےٰ نے اس امر کی ایک مثال دی ہے۔ کہ نیکی کے متعلق کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ تھوڑی ہے۔ اگر تم تھوڑی نیکی بھی کرو گے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے بڑھائیگا۔ پھر اور بڑھائے گا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا میں وہ پھیل جائے گی۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا۔ کہ کسی وقت تمام دنیا اس تعلیم کے آگے اپنے سر کو جھکا دیگی۔ مگر کروڑوں کروڑ لوگ تو اب بھی اس تعلیم کو لفظاً مانتے ہیں اور ہزار سال ایسے گزرے ہیں۔ جبکہ مسلسل کروڑوں نفوس اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کے سامنے تعلیم پیش کی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ ساری دنیا میں رائج ہو جائیگی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیم پیش کی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ ساری دنیا میں رائج ہو جائیگی۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی تعلیم پیش کی تھی۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ تعلیم ساری دنیا میں پھیل جائیگی۔ مگر آخر یہ تمام تعلیمیں ساری دنیا میں پھیل کر رہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تعلیم پیش فرمائی ہے۔ اس کے متعلق لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ساری دنیا میں نہیں پھیل سکتی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہم تھوڑے ہیں۔ ہم غریب ہیں۔ ہم

دنیا کی نگاہوں میں حقیر اور ذلیل

ہیں۔ مگر ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ جو چیز ہمارے پاس ہے۔ وہ اتنی اچھی ہے۔ کہ لوگ زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس تعلیم کو اپنی زندگیوں کا دستور العمل بنالیں تو یقیناً دوسرے لوگ بھی اسکو اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اور تو اور ہماری جماعت کے سب سے زیادہ مخالف "پیغام صلح" سے تعلق رکھنے والے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے افراد ہیں۔ انہیں اٹھتے بیٹھتے ہمیشہ ہماری مخالفت کا خیال رہتا ہے لیکن الفضل میں تم نے کئی بار ایسے مضامین پڑھے ہوں گے۔ اور جو واقف ہیں۔ وہ ذاتی طور پر اس سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ کہ جو آواز ہمارے مرکز سے اٹھائی جائے سب سے پہلے وہ لوگ اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ مگر سال دو سال کے بعد اسی کی نقل کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ پہلے تو انہیں یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ شاید ہم مخالفت کر کے انہیں ناکام اور ذلیل کر دیں۔ مگر جب دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ناکام اور ذلیل نہیں کر سکے۔ تو آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کہ یہ کام تو بڑا اچھا ہے اگر ہم نے اسے اختیار نہ کیا۔ تو اس کے فوائد سے ہم محروم رہیں گے۔ اور یہ جماعت ہم سے بڑھ جائے گی۔ چنانچہ وہ پھر اسی کی نقل میں خود وہ کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سچ تو الگ رہا۔ دنیا میں جھوٹ کے طور پر بھی اگر کوئی اچھی بات بتائی جائے۔ تو لوگ اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ عربوں میں ایک مثل مشہور ہے۔ جب انہوں نے یہ کہنا ہو۔ کہ فلاں شخص بڑا حریص ہے۔ تو کہتے ہیں۔ وہ فلاں لڑکے کی طرح حریص ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ کوئی لڑکا تھا۔ جو نہایت ہی سادہ مزاج تھا۔ مگر اسے کھانے پینے کا بڑا شوق تھا۔ لڑکے اس سے ہمیشہ ہنسی مذاق کرتے۔ اور اس قدر چھیڑتے کہ وہ تنگ آجاتا۔ اور دق ہو کر اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے ان سے کہہ دیتا۔ کہ آج فلاں عرب رئیس کے ہاں بڑی بھاری دعوت ہے۔ وہ سمجھتا تھا۔ دعوت کا میں نے ذکر کیا۔ تو یہ تمام لڑکے ادھر بھاگ جائیں گے۔ اور مجھے چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ وہ سب اسے چھوڑ کر اس رئیس کے مکان کی طرف چلے جاتے۔ بعد میں اسے خیال آتا۔ کہ میں نے انہیں کہا تو جھوٹ موٹ ہی ہے۔ مگر کیا پتہ شاید واقعہ میں اس نے کسی دعوت کا انتظام کیا ہوا ہو۔ اس صورت میں یہ تمام لڑکے کھانا کھا آجائیں گے اور میں محروم رہ جاؤں گا۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ خود بھی اس رئیس کے مکان کی طرف دوڑ پڑتا۔ اتنے میں وہ لڑکے غصہ میں بھرے ہوئے واپس آرہے ہوتے تھے۔ کیونکہ وہاں دعوت تو کوئی ہوتی نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ وہ اسے پکڑ لیتے۔ اور پھر تنگ کرنا اور پیٹنا شروع کر دیتے۔ وہ کہتا اصل بات یہ ہے۔ کہ میں نے تم سے ٹھٹھا کیا تھا۔ اور سچی بات نہیں بتائی تھی۔ اگر سچ پوچھتے ہو۔ تو اس رئیس کے ہاں نہیں۔ بلکہ فلاں رئیس کے ہاں دعوت ہے۔ یہ سنکر تمام لڑکے پھر اس رئیس کے مکان کی طرف بھاگ پڑتے۔ مگر ان کے جانے کے بعد پھر اسے خیال آتا کہ میں نے بات تو یونہی کہی ہے۔ لیکن اگر واقعہ میں اس رئیس کے ہاں اتفاقاً کوئی دعوت ہوئی۔ تو پھر میں تو اس سے محروم رہوں گا۔ اور اس کا کیا فائدہ۔ کہ لڑکوں سے مار بھی کھائی اور دعوت سے بھی محروم رہا۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ خود بھی اس رئیس کے مکان کی طرف بھاگ پڑتا۔ اس حکایت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ

اچھی چیز سے ہر شخص حصہ لینے کی کوشش کرتا ہے

خواہ وہ خیالی اور وہمی ہی کیوں نہ ہو۔ کجا یہ کہ ہم سچ مچ ایک نہایت ہی قیمتی چیز لوگوں کے سامنے رکھ دیں۔ اور وہ اس کو لینے کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لے تیار نہ ہوں۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے وہ تعلیم دی ہے۔ جس سے بہتر اور کوئی تعلیم نہیں۔ اور ہمیں اللہ تعالےٰ نے وہ کتاب دی ہے۔ جس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں۔ چنانچہ دیکھ لو۔ دنیا اس تعلیم کی مخالفت بھی کرتی ہے۔ مگر آخر چکر کھا کھا کر اسی جگہ پہنچتی ہے۔ جس جگہ اسلام بنی نوع انسان کو لانا چاہتا ہے۔ آخر وہ کونسی اسلامی تعلیم ہے۔ جس کی دنیا نے مخالفت کی۔ مگر پھر دوسرے وقت میں اسی نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

مسئلہ طلاق

کی یورپ نے اتنی شدید مخالفت کی تھی۔ کہ مسلمانوں نے اس سے متاثر ہو کر ایسی کتابیں لکھنی شروع کردیں۔ جن میں یہ ظاہر کیا۔ کہ طلاق اسلام میں جائز نہیں۔ یہ پہلے زمانہ کے لوگوں کے حالات کی وجہ سے مجبوراً جاری کی گئی تھی۔ ورنہ طلاق دنیا حقیقتاً جائز نہیں۔ لیکن آج یورپ کے رہنے والے خود طلاق کی ضرورت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور آئے دن عدالتوں میں طلاق کی درخواستیں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ اور عدالتیں اپنے حکم سے طلاق دلوا دیتی ہیں۔ اسی طرح ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا مسئلہ ہے۔ یورپ نے اس پر ایک لمبے عرصہ تک اعتراضات کئے۔ مگر آج یورپ میں اس سے زیادہ شادیوں کی تائید میں مضامین لکھے جاتے ہیں۔ اور مضامین لکھنے والے بڑے بڑے فلاسفر ہوتے ہیں۔ اسی طرح

حرمت سود

کی ایک عرصہ تک یورپ نے مخالفت کی اور کہا۔ کہ سود کے بغیر تجارتیں نہیں چل سکتیں مگر آج اسی یورپ میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو سود کو بین الاقوامی منافشات کی اصل جڑ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح شراب سے اسلام نے روکا۔ اور مغرب نے اس پر اعتراض کیا۔ مگر آج امریکہ میں شراب کو سخت ناپسند کیا جاتا ہے۔ بلکہ کچھ سال تو اس نے قانوناً شراب پینے اور فروخت کرنے کی ممانعت کردی تھی۔ آج ہندوستان میں بھی کانگرسی حکومت شراب نوشی کے خلاف زبردست جدوجہد کر رہی ہے۔ حالانکہ

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں شراب نوشی کی اجازت

پائی جاتی ہے۔ پس بے شک وہ شراب نوشی کو روک رہے ہیں۔ مگر وہ اپنے مذہب پر عمل نہیں کر رہے۔ بلکہ اسلام پر عمل کر رہے ہیں۔

اگر دنیا مسئلہ طلاق کی ضرورت کو تسلیم کرنے کی طرف آ رہی ہے۔ تو یہ بھی اسلام کی تائید ہو رہی ہے۔ اگر وہ تعدد ازواج کی اجازت کی اہمیت کو تسلیم کرنے کی طرف آ رہی ہے۔ تو یہ بھی اسلام کی تائید ہو رہی ہے۔ اگر وہ سود کے خلاف ہو رہی ہے۔ تو یہ بھی اسلام کی تائید ہو رہی ہے۔ اگر وہ شراب نوشی کو روک رہی ہے۔ تو یہ بھی اسلام کی تائید ہو رہی ہے۔ مگر تم میں اور ان میں فرق کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہے۔ کہ ان میں سے کسی فریق نے اسلامی تعلیم کا ایک ٹکڑا لے لیا ہے۔ اور کسی فریق نے اس تعلیم کا دوسرا ٹکڑا لے لیا ہے۔ مگر تم وہ ہو۔ جنہیں خدا تعالےٰ نے وہ تمام کی تمام تعلیم دے رکھی ہے۔ دنیا اس تعلیم کے ایک ایک ٹکڑے کے لئے لڑائیاں لڑ رہی ہے۔ اور لاکھوں کروڑوں لوگ ایک طرف ہیں۔ اور لاکھوں کروڑوں لوگ دوسری طرف۔ حالانکہ وہ اسلام کی عمارت کا ایک چھوٹا سا ذرہ ہے۔ مگر تمہارے پاس ہدایت اور رشد کا عالیشان محل تیار ہے۔ پس تم پر خدا تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے عملی رنگ میں اسے دنیا میں قائم کرو۔ مگر اس کے لئے ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ہمارے علماء اسلامی تعلیم کو عمدگی کے ساتھ جماعت کے دوستوں پر واضح کریں اور انہیں اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں آخر ہمارے پاس طاقت تو ہے نہیں۔ کہ جیسے ہٹلر اور مسولینی نے اپنے خیالات لوگوں سے منوا لئے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی منوا سکیں۔ ہم تو جب بھی اپنی باتیں لوگوں سے منوائیں گے۔ تبلیغ کے ذریعہ منوائیں گے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جب ہماری جماعت کے اندر یہ روح پیدا ہو جائیگی۔ اور اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ فلاں فلاں معاملات میں اسلام نے یہ تعلیم دی ہوئی ہے۔ تو اس میں سے ہر شخص نہایت ذوق شوق کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ مرد اپنی جگہ عمل کریں گے۔ عورتیں اپنی جگہ عمل کریں گی۔ اور بچے اپنی جگہ عمل کرینگے اور اس کے ایسے شاندار نتائج نکلیں گے۔ کہ دنیا یہ تسلیم کرے گی۔ کہ اس تعلیم سے بڑھ کر اور کوئی تعلیم نہیں۔

پس ایک طرف یہ

علماء کا فرض

ہے۔ کہ اسلام نے دنیوی معاملات کے متعلق جو وسطی تعلیم پیش کی ہوئی ہے۔ اسے جماعت کے دوستوں پر اچھی طرح واضح کریں۔ صرف وفات مسیحؑ یا ختم نبوت یا صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسائل پر تقریریں کر دینا ان کے لئے کافی نہیں بلکہ ان کا یہ بھی کام ہے۔ کہ وہ اسلام کے تمدنی اور اقتصادی احکام کا مطالعہ کریں ان پر غور کریں۔ اور جماعت کے دوستوں تک انہیں پہنچائیں۔ اور جماعت کا یہ کام ہے۔ کہ وہ ان مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ مثلاً مجلس خدام الاحمدیہ کے جو ممبر ہیں۔ وہ اگر چاہیں۔ تو اس سلسلہ میں بہت مفید کام کر سکتے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ تحریک جدید کے مطالبات کو اور ان تمام مسائل جو ان مطالبات کی بنیاد ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور پھر انہیں لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں۔ اسی طرح اسلام کے جو مسائل تفقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ اور انہیں پھیلائیں۔ خالی یہ مسائل نہیں۔ کہ وضو میں اتنی بار ہاتھ دھونا چاہیئے۔ یا اتنی بار کلی کرنی چاہیئے۔ بلکہ وہ مسائل جن کا تعلق تفقہ سے ہے۔ انہیں نکالیں اور لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ اسی طرح اسلام کے جو اقتصادی احکام ہیں۔ ان کا پہلے خود مطالعہ کریں۔ پھر یہ سوچیں۔ کہ دیگر مذاہب کے احکام پر اسلام کے ان حکموں کو کیا کیا فضیلتیں حاصل ہیں۔ اور جب وہ اپنے معلومات کو مکمل کر لیں۔ تو لوگوں کو ان مسائل سے آگاہ کریں۔ اور

مختلف جگہوں میں لیکچر

دے کر ہر احمدی کو اس سے واقف کریں۔ اور اسے بتائیں۔ کہ اسلام میں کیسی اعلیٰ تعلیم موجود ہے۔ اگر وہ اس رنگ میں جدوجہد کر کے تمام جماعت کو اسلامی مسائل سے آگاہ کر دیں۔ تو یقیناً جماعت کا ایک کثیر حصہ ان پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیگا۔ کیونکہ میرا تجربہ جماعت کے متعلق یہ ہے۔ کہ اس میں ایمان کی روح کی کمی نہیں۔ جس چیز کی کمی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ چونکہ بہت سے لوگ عربی نہیں جانتے۔ اور اسلامی تعلیم کا بیشتر حصہ عربی میں ہے۔ اس لئے وہ اسلام کی تعلیم سے ناواقف رہتے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ اسلام کی ان امور کے متعلق کیا تعلیم ہے۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ سو میں سے ننانوے نقصان اٹھا کر بھی اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ کیونکہ ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہے۔ جس چیز کی کمی ہے وہ علم ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ یہ ہماری جماعت کی تمام انجمنوں کا فرض ہے۔ کہ وہ انہیں اسلامی تعلیم سے آگاہ کریں۔ مثلاً انصار اللہ کی جو جماعتیں مختلف مقامات میں قائم ہیں۔ ان کا صرف یہی کام نہیں۔ کہ وہ تبلیغ کریں۔ بلکہ اپنی جماعت کو اسلام کی تعلیم سے واقف کرنا بھی ان کا کام ہے۔ بعض علوم بے شک ایسے ہیں۔ جو انہیں بوجہ علم کی کمی کے نہیں آ سکتے۔ مگر کم سے کم جو باتیں میرے خطبات میں آ چکی ہیں۔ ان کے متعلق یہ ان کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ انہیں تمام جماعت میں پھیلا دیں۔ پھر صرف انصار اللہ ہی نہیں۔

مدرسوں کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ صاحبان

کا بھی یہی فرض ہے۔ کہ وہ اپنے لڑکوں میں وہ روح پیدا کریں۔ جو میں جماعت کے تمام دوستوں کے دلوں میں پیدا کرنی چاہتا ہوں ابھی چند دن ہوئے۔ ہمارے زنانہ مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر صاحب مجھے ملنے کے لئے آئے اور کہنے لگے۔ کہ میں کیا کام کروں۔ میں نے انہیں بعض ہدایتیں دیں۔ مگر اب میں انہیں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اگر وہ واقعہ میں کوئی ٹھوس کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسلامی تعلیم کے احیاء کے متعلق میرے جس قدر گزشتہ خطبات ہیں۔ وہ نکالیں۔ اور ان کے مضامین سے سکول کی طالبات کو آگاہ کریں۔ جب وہ واقف ہو جائیں۔ تو پھر وہ اپنی ماؤں کو اپنی بہنوں کو اور اپنے دیگر رشتہ دار عورتوں کو بتائیں۔ کہ ہماری جماعت کے قیام کی اصل غرض کیا ہے۔ یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں ہی قادیان میں رہنے والا ہر شخص اسلامی تعلیم سے آگاہ ہو جائے۔ اور وہ بشاشت کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ مگر اب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی حکم دیا جاتا ہے۔ تو بعض لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ یہ خدا اور اس کے رسول کا خاص حکم نہیں۔ بلکہ ان کا ذاتی استدلال ہے۔ جو سچا مومن ہوتا ہے۔ وہ تو ان باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ اور نہ اس قسم کے وساوس سے اپنے ایمان کو متزلزل کرتا ہے۔ وہ صرف یہ جانتا ہے۔ کہ جب ایک شخص ہمارا خلیفہ ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کا قائم کردہ ہے۔ تو پھر وہ جو حکم بھی دیگا۔ اس پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہوگا۔ وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہیں دے سکتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سب لوگ ایمان میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برابر نہیں ہوتے۔ کامل الایمان تو صرف یہ دیکھتے ہیں۔ کہ جو بات ان سے کہی جاتی ہے۔ وہ اچھی ہے۔ اگر ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے۔ کہ جو بات ان سے کہی جاتی ہے۔ وہ اچھی ہے۔ اگر ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے۔ کہ جو بات ان سے کہی جاتی ہے۔ اچھی ہے۔ تو وہ اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ضرور خدا تعالےٰ کا بھی یہی منشا ہے۔ اور اگر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اچھی نہیں۔ تو اس سے رک جاتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ ان سے کم ایمان والے ہوتے ہیں۔ اور وہ اچھی بات کے ساتھ کسی اچھے آدمی کی تائید کے بھی محتاج ہوتے ہیں۔ وہ ہر فتوےٰ کسی بڑے آدمی کے منہ سے سننا چاہتے ہیں۔ اگر چھوٹا آدمی وہی فتوے سنائے۔ تو وہ اسکی چنداں پروا نہیں کرتے۔ لیکن اگر بڑا آدمی وہی فتوےٰ سنائے۔ تو اسس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

پس اس قسم کی طبائع رکھنے والے لوگوں کو اگر یہ بتایا جائے۔ کہ فلاں مشہور عالم نے یہ کہا ہے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ اچھا تب تو عمل کرنا ضروری ہوا۔ مگر کچھ لوگ ان سے بھی کم ایمان کے ہوتے ہیں۔ وہ کسی بہت بڑے آدمی کی گواہی چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اگر خلیفۂ وقت کہے گا۔ تو ہم مانیں گے۔ وہ نہیں کہے گا۔ تو کسی دوسرے کی بات ہم نہیں مان سکتے۔ ایسے لوگوں کو اگر خلیفۂ وقت کا حکم سنا دیا جائے۔ تو ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ اور بھی ضدی ہوتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ خلیفۂ وقت کا کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں ایسا حکم دیا ہے۔ یا نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام بتائے جائیں۔ جب وہ یہ ارشادات سنتے ہیں۔ تو ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ جب بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یہی تعلیم دی ہے۔ تو لازماً ہمارا فائدہ بھی اسس تعلیم پر عمل کرنے میں ہے۔ مگر کچھ طبیعتیں اسس سے بھی اوپر جانا چاہتی ہیں۔ اور وہ کہتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے تابع تھے۔ ہمیں یہ بتاؤ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کہیں ایسا حکم دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے احکام احادیث سے نکال کر بتائے جائیں۔ جب ان کے سامنے یہ احکام رکھے جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ بہت اچھا۔ اب تو عمل کرنا ضروری ہوا۔ مگر کچھ طبائع یہاں آکر بھی ضد کرتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی ہماری طرح ایک انسان تھے۔ تم یہ بتاؤ۔ کہ قرآن میں کہیں خدا نے یہ حکم دیا ہے یا نہیں۔

پس ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ قرآن سے احکام پیش کئے جائیں۔ غرض چونکہ دنیا میں مختلف طبائع ہیں۔ اسس لئے ہمیں ہر طبیعت اور ہر مذاق کے انسان کا علاج سوچ لینا چاہیئے۔ جو خالص نیک فطرت آدمی ہو۔ اسس کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہوتا ہے۔ کہ میاں یہ بات تمہارے فائدہ کے لئے ہے۔ اور صداقت کے قیام کے لئے تمہارا اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا۔ کہ یہ بات کسی عالم نے لکھی ہے۔ یا خلیفۂ وقت نے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہی ہے۔ یا رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے۔ بیشک وہ علمی تحقیق بھی کرتا ہے مگر اسس کا نفس نیکی کو دیکھ کر ہی اسکی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ مگر دوسروں کے لئے مویدات کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ علماء کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ خلفاء کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ قرآن کریم کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جو بالکل کورا ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی بھی نہیں مانتا۔ مگر وہ نہ ہمارا ہے۔ نہ خدا کا۔ بلکہ شیطان کا غلام ہے۔ جس نے اسکی روحانیت کو بالکل سلب کر لیا ہے۔ ایسے کئی آدمی ہوتے ہیں۔ جنہیں احمدیت کی تبلیغ جس وقت کی جاتی ہے۔ تو وہ یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ اگر خدا بھی آسمان سے اتر کر ہمیں کہدے۔ کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ تو ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ایسے آدمیوں کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ مگر جو دوسرے لوگ ہیں۔ ان کو سمجھانے کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص محض اسس وجہ سے احکام مان لینے کا عادی ہے۔ کہ ان سے دنیا میں صداقت کا قیام ہوتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ اس پر یہ امر واضح کر دیں۔ کہ ان حکموں کے نتیجہ میں دنیا میں سچائی قائم ہوگی۔ اگر کوئی علماء کی تائید چاہتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ اسس کے سامنے علماء کے اقوال پیش کریں۔ اگر کوئی خلفاء کی تائید چاہتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے کہ اسس کے سامنے علماء کے اقوال پیش کریں اور اگر کوئی اسس سے بھی بڑھ کر حجت چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تائیدی ارشادات کہاں ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام اس کے سامنے پیش کریں۔ اور اگر کوئی اسس سے بھی بڑھ کر حجت چاہتا ہے۔ تو ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے احکام اس کے سامنے رکھیں۔ اور اگر کوئی اس سے بھی بڑھ کر حجت چاہتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اسس کے سامنے خدا تعالےٰ کے اوامر پیش کریں۔ اور اس میں ہمارا کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یقیناً سچائی کی تائید ہر صادق کے قول سے مل جائیگی۔ پنجابی میں ایک مثل ہے۔ کہ "سو سیانے اکو مت" عقلمند خواہ سو ہوں۔ ان کا مشورہ ایک ہی ہوگا۔ غرض جس رنگ میں بھی کوئی شخص مطمئن ہو سکتا ہے۔ ہمارا کام ہے۔ کہ اسی رنگ میں اسے مطمئن کریں۔ اور جس میں کوئی بھی قابلیت نہ ہوگی۔ اور جو نہ علماء کے اقوال سے مطمئن ہوگا۔ نہ خلفاء کی ہدایات سے مطمئن ہوگا۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے مطمئن ہوگا۔ نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے مطمئن ہوگا۔ اور بالآخر خدا کے اوامر سے بھی مطمئن نہیں ہوگا۔ وہ ہمارا آدمی ہی نہیں۔ کیونکہ ہمارا دائرہ تو خدا تک چلتا ہے۔ پنجابی کی ایک مثل ہے۔ کہتے ہیں۔ "ملاں دی دوڑ مسیت تک" ہماری بھی آخری دوڑ خدا تک ہے۔ جو خدا کی بات بھی نہ سنے۔ تو ہم اسے کہہ دیں گے۔ کہ میاں تمہارا رستہ اور ہے۔ اور ہمارا اور۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی دوست تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بھی دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اور چونکہ وہ وہابی تھے۔ اسس لئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بڑی مدد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب لدھیانہ کے قریب ایک شہر میں گئے۔ اور انہوں نے وہابیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ پھر ایک جلسہ کیا۔ جس میں ان کے خلاف زبردست تقریر کی۔ حنفیوں نے پولیس میں رپورٹ کر دی۔ کہ مولوی صاحب کی تقریر سے فساد کا سخت خطرہ ہے۔ یہ حنفیوں کو گالیاں نکال رہے ہیں۔ اور اگر انہیں روکا نہ گیا۔ تو آپس میں فساد ہو جائے گا۔ اور کشت و خون تک نوبت پہنچ جائیگی۔ مولوی صاحب تو گھبرا گئے۔ مگر یہ صاحب باوجود ناخواندہ ہونے کے ذہین تھے۔ کہنے لگے۔ مولوی صاحب آپ جائیں۔ ان لوگوں کو میں سنبھال لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کا اعلان کیا۔ اور کچھ دوستوں کو مقرر کر دیا۔ کہ تھانہ کا خیال رکھنا۔ اگر لوگ شکایت کریں۔ اور پولیس آئے۔ تو مجھے اطلاع کر دینا۔ پھر میں دیکھوں گا۔ وہ کس طرح میرے خلاف کوئی بات کرتی ہے۔ انہوں نے پہلے یہ پتہ لگا لیا تھا۔ کہ تھانیدار سکھ ہے۔ چنانچہ وہ حنفیوں کے خلاف زبردست تقریر کرتے رہے۔ اسی دوران میں ایک آدمی دوڑا ہؤا آیا اور کہنے لگا۔ تھانیدار صاحب آرہے ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ کوئی پروا نہیں۔ وہ تقریر اس موضوع کر رہے تھے۔ کہ اہلحدیث میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ مگر چونکہ لوگوں میں مخالفت کا سخت جوش تھا۔ اسلئے تھانے میں انہوں نے رپورٹ یہ درج کرا دی۔ کہ انہیں روکا جائے۔ ورنہ خون ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ ہمیں گالیاں دے رہے ہیں۔ جیسے آج کل ہمارے خلاف لوگ حکومت کو مشتعل کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ احمدی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی پولیس کے پاس اسی رنگ میں رپورٹ کی۔ اور تھانیدار صاحب پولیس کی گارد لے کر پہنچ گئے۔ جس وقت انہیں پتہ لگا۔ کہ تھانیدار صاحب لیکچر گاہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ تو اپنی تقریر کا رخ بدل کر کہنے لگے۔ مسلمانو! تم میں کتنی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ تم کہلاتے تو مسلمان ہو۔ مگر کام وہ کرتے ہو۔ جو ہندو اور سکھ بھی نہیں کرتے۔ دیکھو سکھ مسلمان نہیں۔ مگر ان میں یہ کتنی بڑی خوبی ہے۔ کہ وہ داڑھی رکھتے ہیں۔ تم لوگ سکھوں کو برا کہتے ہو۔ ان کے ہزار عیب نکالتے ہو۔ مگر اتنا نہیں سوچتے۔ کہ تمہاری داڑھیاں تو منڈی ہوئی ہیں۔ اور سکھوں نے اپنے منہ پر داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ پھر خود ہی سوچو۔ کہ سکھ اچھے ہوئے یا تم۔ ہر شخص کہے گا۔ کہ تم مسلمانوں سے سکھ ہزار درجے اچھے ہیں۔ پھر دیکھو۔ تم حقہ پیتے ہو۔ اور اٹھتے بیٹھتے حقہ کی نڑی تمہارے منہ میں ہوتی ہے۔ جب کسی سے بات کرتے ہو۔ تو تمہارے منہ سے حقہ کی بدبو آتی ہے مگر سکھوں کو دیکھو۔ وہ حقہ کے قریب بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں جاتے۔ اور ایک سکھ بھی ایسا نہیں ہے جو حقہ پیتا ہو۔ مگر تم ڈاڑھیاں منڈواتے ہو۔ تم حقہ پیتے ہو۔ اور پھر کہتے ہو۔ کہ ہم اچھے ہیں۔ ہم سے تو سکھ ہزار درجے اچھے ہیں۔ تھانیدار یہ سنکر کہنے لگا ہیں! مولوی صاحب تو بڑی اچھی تقریر کر رہے ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ سنو۔ اگر مولوی صاحب کی تقریر میں کوئی شخص بولا۔ تو میں فوراً اسے ہتھکڑی لگا لوں گا۔ اس کے بعد سپاہیوں کو اس نے ہدایت کی۔ کہ میں تو اب جاتا ہوں۔ مگر دیکھنا مولوی صاحب کے خلاف اگر کوئی ذرا بھی بولے۔ تو اسے ہتھکڑی لگا لینا۔ یہ کہکر وہ تھانے کو چل دیا۔ ادھر وہ جلسہ گاہ سے باہر نکلا۔ اور ادھر مولوی صاحب نے پھر اپنا مضمون شروع کر دیا۔ اس وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلہ میں جو شخص کھڑا تھا۔ وہ ارائیں قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس زمانہ میں عام طور پر ارائیں قوم میں یہ رواج تھا۔ کہ ان کی عورتیں شہروں میں جاکر ترکاریاں فروخت کرتی تھیں گو اب خدا کے فضل سے اس میں بہت کچھ اصلاح ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں

ارائیں قوم سے تمسخر

کرنے شروع کر دیئے۔ اور کہا بڑے مولوی بنے پھرتے ہیں۔ حالت یہ ہے۔ کہ ان کی عورتیں مولیوں اور گاجروں کا ٹوکرا سر پر اٹھائے ہر وقت چکر لگاتی رہتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ لے لو بھینیاں مولیاں۔ لے لو بھینیاں گاجراں۔ وہ لوگ پھر دوڑے دوڑے تھانیدار کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے مولوی صاحب ہمیں گالیاں دے رہے ہیں۔ مگر تھانیدار کہنے لگا۔ تم سب شرارت کر رہے ہو۔ اگر پھر بھی تم نے مولوی صاحب کے خلاف شکایت کی۔ تو میں تم سب کی خبر لوں گا۔ غرض وہ آدمی بڑے ذہین تھے۔ یوں پڑھے لکھے اور عالم نہیں تھے۔ مگر تقریر بہت اچھی کر سکتے تھے۔ اور ان کا ذہن بہت صاف تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ ماموریت کیا۔ اور لوگوں نے شور مچا دیا۔ کہ مرزا صاحب کافر ہو گئے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے۔ میں مرزا صاحب کو جانتا ہوں۔ وہ قرآن سے باہر نہیں جاتے۔ انہیں کوئی دھوکا لگ گیا ہوگا۔ ورنہ ان کے دل میں قرآن کریم کی جسقدر محبت ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے یہ باور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ انہوں نے دیدہ دانستہ خلاف قرآن باتیں کہہ دی ہوں۔ ضرور انہیں کوئی دھوکا لگا ہے۔ پھر کہنے لگے۔ میں خود قادیان جاتا ہوں۔ اور ان سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا بات ہے چنانچہ وہ قادیان آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آکر کہنے لگے۔ میں نے سنا ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں میرا یہی دعوےٰ ہے۔ وہ کہنے لگے۔ میں تو سمجھتا تھا۔ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ اور مجھے بڑا یقین تھا۔ کہ آپ قرآن کریم کے خلاف کوئی بات کہنے والے نہیں۔ مگر اب آکر معلوم ہوا۔ کہ آپ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ سچ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میاں صاحب جب قرآن یہی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تو میں قرآن کے خلاف کس طرح کوئی بات کہہ سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ اچھا تو آپ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تو قرآن کے ایک ایک حرف اور ایک ایک شوشہ کو قابل عمل سمجھتا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ میں پہلے ہی کہتا تھا۔ مرزا صاحب قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ ضرور انہیں کسی آیت سے دھوکہ لگ گیا ہوگا۔ چنانچہ یہی بات صحیح نکلی۔ پھر کہنے لگے۔ اچھا اگر میں قرآن کریم سے سَو ایسی آیتیں نکال کر لے آؤں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو کیا آپ وفات مسیح کا عقیدہ ترک کر دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ سَو کا کیا سوال ہے۔ آپ اگر ایک آیت بھی قرآن کریم سے ایسی نکال دیں جس سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہو۔ تو میں اپنے عقیدہ کو بالکل ترک کر دوں گا۔ اس پر انہیں شبہ پیدا ہوا۔ کہ شاید سَو آیتیں قرآن کریم میں ایسی نہ ہوں۔ اسلئے وہ کہنے لگے۔ اچھا سَو نہ سہی۔ اگر پچاس آیتیں لے آؤں۔ تب بھی کیا آپ اپنے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے تو کہدیا ہے۔ کہ آپ ایک آیت ہی نکال لائیں۔ میں مان لوں گا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ آخر ہوتے ہوتے وہ دس آیتوں پر آگئے۔ اور کہا۔ کہ میں دس آیتیں تو ضرور لاؤں گا۔ جن سے حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت ہوتی ہو۔ مگر آپ پکا وعدہ کریں۔ کہ قرآن کریم کی آیتیں سننے کے بعد آپ اپنے عقیدہ کو ترک کر دیں گے۔ اور لاہور چل کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں میں پختہ وعدہ کرتا ہوں۔ اگر آپ ایک آیت بھی لے آئے۔ تو جس جگہ آپ کہیں گے۔ وہاں پہنچکر اس عقیدہ کو ترک کرنے کا اعلان کر دوں گا۔ یہ سنکر وہ خوش خوش لاہور پہنچے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان دنوں لاہور تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ گو اس وقت جموں میں ملازم تھے۔ مگر آپ بھی اتفاقاً کسی ضرورت پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو چونکہ اپنے علم پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اشتہار پر اشتہار دینے شروع کر دیئے۔ کہ میرا مقابلہ کرو۔ اور مجھ سے جب چاہو۔ بحث کر لو۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی جواب میں اشتہار شائع فرماتے۔ اور اس طرح آپس میں خوب اشتہار بازی ہو رہی تھی۔ اور ایک اکھاڑہ سا لگا ہوا تھا۔ مگر شرائط کا تصفیہ نہیں ہوتا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ کہتے۔ کہ حدیثوں کے رو سے وفات و حیات مسیح پر بحث ہونی چاہیئے۔ اور حضرت خلیفہ اول رضہ یہ فرماتے کہ قرآن کے رو سے بحث ہونی چاہیئے۔ آخر جب بہت عرصہ گذر گیا۔ اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ تو لوگوں نے حضرت خلیفہ اول رضہ پر زور دینا شروع کر دیا۔ کہ آپ اس شرط کو کچھ نرم کر دیں۔ تا کسی نہ کسی طرح مباحثہ ہو جائے۔ حضرت خلیفہ اول رضہ نے فرمایا۔ اچھا قرآن کے علاوہ میں یہ تسلیم کر لیتا ہوں۔ کہ بخاری بھی پیش کر دی جائے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس پر بڑے خوش تھے۔ اور مجلس میں بیٹھے ہوئے خوب فخر کر رہے تھے کہ دیکھا۔ میں نے مولوی نورالدین کو کیسا رگڑا۔ آخر وہ قرآن کے علاوہ حدیث کی طرف آہی گیا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ یہ صاحب وہاں جا پہنچے۔ اور کہنے لگے۔ آپ نے یہ کیا تماشہ بنایا ہوا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کہنے لگے۔ تماشہ کیا ہے۔ مولوی نورالدین سے میں نے بحث کی۔ اور آخر اسے قابو کر ہی لیا وہ کہنے لگے۔ ان بحثوں کو چھوڑیئے۔ میں تو سیدھا مرزا صاحب کے پاس گیا تھا۔ اور انہیں اس بات پر تیار کر آیا ہوں۔ کہ وہ یہیں لاہور میں آکر شاہی مسجد میں سب لوگوں کے سامنے توبہ کریں گے۔ آپ جلدی سے مجھے قرآن کی دس آیتیں ایسی لکھ دیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ بس میں جاتے ہی وہ آیتیں ان کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اور انہیں یہیں لاہور میں لے آؤں گا۔ اور شاہی مسجد میں سب کے سامنے توبہ کراؤں گا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو اس وقت اس بات پر خوش ہو رہے تھے۔ کہ میں آخر بڑی جد وجہد کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حدیثوں کی طرف لے آیا۔ انہوں نے جب یہ بات سنی۔ تو چونکہ مغلوب الغضب آدمی تھے۔ اسلئے غصہ سے لال سرخ ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ تو بڑا جاہل ہے۔ تجھے کس نے کہا تھا۔ کہ تو خود بخود شرائط طے کرتا پھرے۔ میں دو مہینے بحث کر کر کے مولوی نورالدین کو حدیثوں کی طرف لایا تھا۔ تو پھر قرآن کی شرط مان آیا ہے۔ غصے کی حالت میں ان کے منہ سے جونہی یہ فقرہ نکلا۔ ان صاحب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اور چونکہ آدمی تھے نیک۔ اس لئے مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ مولوی صاحب میں اب بات سمجھ گیا میں تو قرآن کی طرف ہوں۔

جدھر قرآن ہے ادھر ہی میں ہوں

اور یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔ اور قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ مومن ادھر ہی جاتا ہے۔ جدھر قرآن اسے لے جاتا ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ ہماری جماعت میں پچانوے فی صدی بلکہ اس سے بھی زیادہ ایسے مومن خدا تعالےٰ کے فضل سے موجود ہیں۔ جن پر اگر ہم یہ ثابت کر دیں۔ کہ قرآن کا وہی حکم ہے۔ جو ہم بتا رہے ہیں۔ تو وہ اس اَن پڑھ مومن کی طرح یہی کہیں گے۔ کہ جدھر قرآن ہے۔ ادھر ہی ہم ہیں۔

غلطی ہماری اور ہمارے علماء کی ہے

کہ وہ پوری طرح لوگوں کو ان مسائل اور تعلیمات سے آگاہ نہیں کرتے۔ تو جس قدر انجمنیں اور سکول ہیں۔ اگر وہ اپنے فرائض میں یہ امر داخل کر لیں۔ کہ انہوں نے لوگوں کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ لوگ شوق سے ان باتوں پر عمل نہ کریں۔ اگر سکول میں لڑکوں اور لڑکیوں کو یہی باتیں بتائی جائیں۔ اور بار بار بتائی جائیں۔ تو گو پھر بھی ان میں بعض غلطیاں رہ سکتی ہیں۔ مگر جو آئندہ نسل پیدا ہوگی۔ وہ بہت زیادہ اصلاح یافتہ ہوگی اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ایک دنیوی سکول ہے۔ مگر یہ دنیوی سکول قادیان میں قائم کرنے کی غرض یہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر لڑکوں میں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایسی روح پیدا کی جائے۔ جس کے نتیجہ میں وہ سلسلہ اور اسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو سکیں۔

پس مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر صاحب اور دوسرے مدرسوں کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ صاحبان کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اسلام کی ان تعلیموں کو متواتر اور کثرت کے ساتھ لڑکوں کے سامنے پیش کریں۔ اور انہیں ان حکمتوں اور فوائد سے آگاہ کریں۔ جو ان تعلیموں میں کام کر رہے ہیں۔ اور ایسے جلسے سکولوں میں کرتے رہیں۔ جن میں انہی مضامین پر لڑکوں سے تقریریں کرائی جائیں۔ بے شک وہ لڑکوں کو دنیوی تعلیم بھی دیں۔ اور ضروری ہے۔ کہ وہ دنیوی تعلیم دیں۔ کیونکہ یہ امر بھی اور طالب علموں کو کھینچنے اور مرکز سلسلہ میں لانے کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ جب سے سکول کے اساتذہ نے اس طرف توجہ کی ہے۔ ان کے نتائج پہلے سے بہت زیادہ شاندار نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ حالانکہ یہی مدرس اور اساتذہ پہلے بھی تھے۔ مگر چونکہ اب انہوں نے توجہ اور محنت سے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسلئے انہیں کامیابی بھی زیادہ ہو رہی ہے۔ اسی طرح اگر وہ دینی معاملات کی طرف توجہ کریں۔ تو یقیناً ہمارے طالب علم جب تعلیم سے فارغ ہو کر نکلیں گے۔ تو اسلام کے جھنڈے کے حامل ہوں گے۔ پس یہ دو کھیلے تو ایسے ہیں۔ کہ اگر ان میں دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ کام کیا جائے۔ تو صدیوں تک ثواب میسر آ سکتا ہے۔ آخر انٹرنس کے امتحان میں اگر لڑکے اچھے نکلیں گے۔ تو اس کا ثواب مدرسوں کو اسی سال حاصل ہو گا۔ اور اسکی نیکنامی بھی انہیں اسی سال حاصل ہو گی۔ لیکن اگر وہ اچھے احمدی اپنے سکول سے نکالیں۔ تو اس کا ثواب ان کی وفات کے ہزاروں سال بعد بھی انہیں ملتا رہیگا۔

پس خدا تعالے نے ان کے لئے یہ ایک ایسا راستہ کھولا ہوا ہے۔ جس پر چل کر وہ قیامت تک خدا تعالے کے نیک بندوں کی دعائیں حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر اس کا فائدہ یہ بھی ہو گا۔ کہ جماعت میں کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو سکے گا۔ فتنہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب فتنہ پرداز یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بعض لوگ ہماری باتوں سے متاثر ہو جائیں گے۔ لیکن اگر یہ دونوں مدرسے لڑکوں اور لڑکیوں میں اسلامی روح پیدا کر دیں۔ نظام سلسلہ کا احترام ان کے دلوں میں پیدا کر دیں۔ اسلام کے احکام کی عظمت ان کے دلوں میں پیدا کر دیں۔ اور انہیں ایک ایسی مضبوط چٹان کی طرح بنا دیں۔ کہ کوئی فتنہ ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے۔ اور وہ سلسلہ اور اسلام کے کامل عاشق ہوں۔ تو جس قدر فتنہ پرداز ہیں۔ وہ یقیناً مایوس ہو جائیں گے۔ اور الیوم یئس الذین کفروا من دینکم والی حالت نظر آنے لگ جائیگی۔ اس صورت میں وہ مدرس مدرس نہیں ہو گا۔ جو اس رنگ میں اسلام کی تعلیم دے گا۔ بلکہ دین کا ستون ہو گا۔ اور آئندہ جب لوگ یہ دعا کریں گے۔ کہ اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد تو اٰل محمد میں خدا تعالے کے فرشتے اس مدرس کا نام بھی لکھ لیں گے۔ اور کہیں گے۔ یہ وہ شخص ہے۔ جس کی بدولت آج تک دنیا میں تعلیم اسلام قائم ہے۔

پس مدرس بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے درحقیقت وہ ایک خاموش نائب ہے نبی کا۔ وہ دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ مگر خدا تعالے کی نظر اس پر ہر وقت پڑ رہی ہے۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ دین کی ترقی ہو رہی ہے۔ اسی طرح ہر جماعت اور بڑی جماعتوں میں ہر محلہ کے پریذیڈنٹ اگر کوشش کریں۔ تو وہ اپنے اپنے دائرہ میں مفید کام کر سکتے ہیں۔ انجمن خدام الاحمدیہ کے ارکان کو بھی چاہیئے۔ خواہ وہ مرکزی انجمن سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا بیرونی انجمنوں سے کہ وہ اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھائیں۔ اور اپنے ممبروں کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنے کے لئے ایک پروگرام تیار کریں۔ اور ایسا کورس مقرر کریں۔ جس کو پڑھ لینے کے بعد وہ اسلامی مسائل سے بہت حد تک آگاہ ہو جائیں۔ پھر ان سے جگہ بجگہ لیکچر دلائیں۔ تاکہ یہ باتیں نہ صرف ان کے ذہن میں پختہ طور پر جم جائیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ان کے مطالعہ سے فائدہ پہنچے۔ اگر وہ اس رنگ میں کام کریں۔ تو سلسلہ کی بہت بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ کام کسی ایک شخص کا نہیں۔ بلکہ ساری جماعت کا ہے۔ اور جب تک ساری جماعت مل کر کام نہ کرے۔ انفرادی کوششوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے اپنے دائرہ میں مختلف گروہ کام کر رہے ہوں۔ ایک طرف بچوں کی تربیت ہو رہی ہو۔ ایک طرف عورتوں کی تربیت ہو رہی ہو۔ ایک طرف نوجوانوں کی تربیت ہو رہی ہو۔ اور ایک طرف بڑی عمر کے لوگوں کی تربیت ہو رہی ہو۔ مثلاً اب خطبہ میں میں نے اس امر کی طرف توجہ دلا دی ہے۔ مگر خالی میرا خطبہ پڑھ دینا کافی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے۔ کہ خطبہ شائع ہونے کے بعد مختلف انجمنیں اس خطبہ کی روح کو لے کر کھڑی ہو جائیں۔ اور لوگوں کو اس کے مطابق تیار کرنا شروع کر دیں۔ پھر ان سے جو چھوٹی انجمنیں ہیں۔ وہ کام شروع کریں۔ پھر مدرسوں کے اساتذہ زور دینا شروع کر دیں۔ پھر گھروں میں ماں باپ سمجھانا شروع کر دیں۔ غرض جس جس دائرہ میں کوئی شخص کام کرتا ہے۔ اس دائرہ میں وہ لوگوں کو سمجھانا اپنا فرض قرار دے لے۔ جب اس رنگ میں ہماری جماعت کے تمام افراد کام کریں گے۔ تب وہ دن آئے گا۔ جب اسلامی تعلیم عملی رنگ میں دنیا میں قائم ہو جائیگی۔ عربوں کو اس سلسلہ میں بہت آسانی تھی۔ ان کی زبان بھی عربی تھی۔ اور قرآن کریم بھی عربی زبان میں نازل ہؤا۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ وہ بہت جلد اسلامی تعلیم سے آگاہ ہو گئے۔ مگر ہمارے لئے یہ مشکل ہے۔ کہ ہماری جماعت کا ایک کثیر حصہ عربی زبان سے ناواقف ہے۔ اس وجہ سے چند لوگ جو عربی جانتے ہیں۔ وہ تو (بشرطیکہ ان میں تقوی ہو) اسلامی مسائل کی اہمیت کو سمجھ جاتے ہیں۔ مگر باقی نہیں سمجھتے۔ پس یہ عربی جاننے والوں کا فرض ہے۔ کہ وہ دوسروں کو ان مسائل سے آگاہ کریں۔ بلکہ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ہماری جماعت میں سے ہر شخص کو قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہو۔ اس کے لئے اگر مجلس خدام الاحمدیہ ہر جگہ نائٹ سکول کھول دے۔ اور ان لوگوں کو جنہیں قرآن کریم کا ترجمہ نہیں آتا ترجمہ پڑھانا شروع کر دے تو یہی ایک ایسی خدمت ہو گی۔ جو انہیں اللہ تعالے کی رضا کا مستحق بنا دے گی۔ اگر قادیان کا بچہ بچہ قرآن کریم کا ترجمہ جانتا ہو۔ تو یقیناً دنیا کا کوئی شہر اس خوبی میں قادیان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ حتیٰ کہ عرب کے شہر بھی اس خوبی میں قادیان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ عرب بھی سارے کے سارے قرآن پڑھے ہوئے نہیں ہوتے۔

پس اگر مجلس خدام الاحمدیہ صرف اتنا کام کرے۔ کہ وہ ان لوگوں کو جنہیں قرآن کریم کا ترجمہ نہیں آتا۔ نائٹ سکول قائم کر کے (تا کہ جو لوگ دن بھر اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ بھی اس میں شامل ہو سکیں) ترجمہ پڑھا دے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ وہ اپنے لئے بہت بڑی برکت کا ذخیرہ جمع کر سکتی ہے۔

پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ تمہارے سامنے جو کام ہے۔ وہ کوئی معمولی کام نہیں۔ دنیا کی تمام طاقتوں کو مٹا کر اسلامی تعلیم کا از سر نو احیاء تمہارا فرض ہے۔ اور تمہارے کمزور کندھوں پر ایک عظیم الشان بوجھ لادا گیا ہے۔ اس کے لئے جب تک تمام افراد مل کر کوشش نہیں کریں گے۔ اور احکام اسلامی کے اجراء میں ہمارے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔ اس وقت تک یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ کہ تم میں سے ہر شخص بادشاہ ہے۔ اور تم میں سے ہر شخص سے اپنی اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ یہاں تک کہ گھر کا ایک بڑا آدمی بھی اپنی جگہ بادشاہ ہے۔ اور اس سے اپنی بیوی بچوں کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ کہ اس نے انہیں کہاں تک اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا گویا اسلام نے ہم میں سے ہر شخص کو آواز دی ہے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ فرمایا۔ کہ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ تو گویا دوسرے لفظوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ اور انہیں اپنے اپنے دائرہ میں مختلف قسم کی بادشاہتیں حاصل ہیں۔ میں ان سب کو پکارتا اور آواز دیتا ہوں۔ کہ آؤ اور اسلام کے قیام میں میری مدد کرو۔ کیونکہ قیامت کے دن میں تم سے پوچھوں گا۔ کہ تم نے اسلام اور ایمان پھیلانے کے لئے کیا کیا۔ ایک ہیڈ ماسٹر اپنے سکول کا بادشاہ ہے۔ اور قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ سوال کریں گے۔ کہ تم نے اپنی رعایا میں جو طالب علم تھے۔ اسلام پھیلانے کے لئے کیا جدوجہد کی۔ ایک جماعت کا پریذیڈنٹ اپنی جماعت کا حاکم ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ کلکم مسئول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیانندی مشن

موجودہ وید اور ان میں تغیر و تبدل

آریہ سماج کی جان وید بھگوان ہے۔ ہمارے آریہ دوست یہ کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کا پڑھنا پڑھانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔ اور وید بھگوان ہی سارے سنسار کے کشٹ دور کر سکتا ہے۔

جب ہماری طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وید کب اور کس پر نازل ہوئے تھے۔ اور آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کہ موجودہ وید اسی طرح محفوظ ہیں۔ جس طرح اپنے وقت میں تھے۔ تو ہمارے آریہ متر تسلی بخش جواب دینے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ اسلئے ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے ویدوں کی حقیقت ظاہر کر دیں۔ تاکہ حق اور صداقت کا اظہار ہو جاوے۔

آریہ سماج کے علاوہ تمام ہندو فرقے یہ مانتے ہیں۔ کہ وید صرف ستیہ یگ کے لئے تھے۔ اس لئے ان کے محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ان حالات کی موجودگی میں آریہ سماج نے یہ دعوےٰ کیا۔ کہ ہندوؤں کی مذہبی کتاب صرف وید بھگوان ہے۔ اس پر ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا گیا۔ کہ جن ویدوں کا آپ کی طرف سے اظہار کیا جاتا ہے۔ وہ ہیں کہاں۔ یہ سوال سنکر سوامی دیانند جی مہاراج نے ہندوستان کا کونا کونا چھان مارا۔ لیکن سوامی جی کو وید کی ایک بھی پورن پستک (مکمل کتاب) نہ ملنی تھی۔ نہ ملی۔ اس پر سوامی جی کو بڑی تشویش ہوئی۔ ادھر ادھر بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر گوہر مقصود حاصل نہ ہوا۔ آخر مجبور ہو کر ایک دن سوامی دیانند جی مہاراج نے یہ اعلان کیا۔ کہ جرمن سے وید منگوا لئے ہیں۔ اور یہی اصل وید ہیں۔ اس پر جب سوامی جی سے یہ کہا گیا۔ کہ کب اور کیسے آپ نے جرمنی سے وید منگوائے ہیں۔ تو سوامی جی اور آریہ سماج کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اور صرف یہ کہہ کر ٹال دیا گیا۔ کہ ہم جو یہ کہتے ہیں کہ جرمنی سے وید منگوائے گئے ہیں۔ بس ہمارا یہ کہنا ہی کافی ہے۔ اسلئے ہمارا یہ حق ہے۔ کہ آریہ سماج سے یہ مطالبہ کریں۔ کہ وہ مہربانی کر کے یہ بتائے۔ کہ سوامی جی یا آریہ سماج کے پاس وہ کونسی کسوٹی ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے۔ کہ موجودہ وید وہی ہیں۔ جو بقول آریہ سماج آدی سرشٹی میں نازل ہوئے تھے۔ جرمنی والوں کو ویدوں کو سنبھال کر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ ویدوں کے معتقد تھے۔ یا ان کو ویدوں کے خدائی کلام پر ایمان تھا۔ اور ان کو ویدوں کو محفوظ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور سوامی دیانند جی نے کب اور کونسی رجسٹری کے ماتحت یہ وید منگوائے تھے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سوال اسلئے بھی ضروری ہیں۔ کیونکہ نہ صرف سناتن دھرمیوں اور آریہ سماج کے مابین اختلاف ہے۔ بلکہ آریہ سماجی متروں کے درمیان بھی بہت اختلاف ہے۔ کوئی ایک وید مانتا ہے۔ اور کوئی چار وید مانتا ہے۔ مثلاً کوئی وید کو ایک اور کوئی پنڈت تین اور کئی ودوان چار ورنن کرتے ہیں۔ افسوس تو صرف اس بات کا ہے۔ کہ لوگ سادھارن نہیں۔ بلکہ پنڈت بزرگ ودوان دیانند کو اپنا اچاریہ مانتے ہوئے بھی مہرشی کے برخلاف خیالات کو مانتے اور پرچار کرتے ہیں۔ رسالہ آریہ مسافر ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۱۔

ناظرین۔ آپ خود غور کریں۔ اور یہ دیکھیں۔ کہ جب آریہ سماج کا پران یعنی جان ہی موجود نہیں تو پھر ان کا یہ کہنا۔ کہ موجودہ وید وہی ہیں۔ جو رشیوں کو دیئے گئے تھے۔ بالکل خلاف واقعہ اور بغیر ثبوت کے ہے۔ اسلئے آریہ سماج کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ یہ ثابت کرے۔ کہ موجودہ وید وہی ہیں۔ اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ کیونکہ بعض ایک وید مانتے ہیں۔ اور کئی تین چار۔ اور کوئی بائیس وید مانتے ہیں۔

(خاکسار فتح محمد احمدی شرما)

احمدی مشن

مسیحِ وقت کے شیدائی اور پیغامِ حق

احمدیت پر فدا ہو احمدی مخلص تو بن ✵ راہِ حق میں سر کٹانے کیلئے غازی تو بن
آج دشمن ہے جہاں میں جال پھیلائے ہوئے ✵ حامیٔ دینِ خدا اور نیز باہمت تو بن

عزیزانِ وطن! غور تو کرو۔ کہ جب شجرِ احمدیت کی بنیاد الٰہی ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ تو پھر یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ دشمن اسے کاٹنے میں کامیاب ہو جاتا۔ نادان دشمن اپنے تئیں یہ سمجھا بیٹھا تھا۔ کہ یہ شجر چند دنوں کا مہمان ہے۔ جسے بادِ مخالف کے جھونکے تھوڑے ہی عرصہ میں تن سے اکھیڑ باہر پھینک دیں گے۔

مگر پیارے اللہ کی نصرتیں مسیحِ وقت کے شامل حال تھیں۔ روز اللہ کے پاک فرشتے الٰہی بشارتوں کو لئے ہوئے شہزادۂ امن پر نازل ہوتے۔ اور کہتے۔ کہ اے خدا کے مقدس مسیح تو ہمارے پیارے آقا محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا پیارا غلام ہاں اس کا خاکپا اور جاں نثار ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ہم تیرا ساتھ چھوڑ دیں۔ بے شک دنیا تجھے مٹانے کی فکر میں ہے۔ دنیا کے چھوٹے بڑے عورت اور مرد ہر ایک کی یہی خواہش ہے۔ کہ تو اس جہان سے ناکام رخصت ہو۔ پر اے پیارے یاد رکھ ان کی یہ حسرتیں دل ہی دل میں رہیں گی۔ عنقریب تیرا مبعوث کرنے والا خدا تجھے ایک مخلصین کی جماعت دیگا۔ وہ جماعت ایک بے مثل جماعت ہوگی۔ جس کے حوصلے بلند۔ جس کی امیدوں کا اندازہ ناممکن۔ وہ تیری ہر آواز پر لبیک کہنے والی اور تیرے ہر اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوگی۔

اس وحی اللہ کے مطابق اے توحیدِ خداوندی کے منادو! رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار مسیح قدنی کی عزت پر مرمٹنے والے بہادر سپاہیو! تم ہی وہ جماعت ہو۔ جسے پیارے مولیٰ کی شفقت و رحمت کی نظر نے منتخب کیا۔ اور اپنی رحمت و برکت کے دروازے تمہارے لئے کھولے۔ پس گوش ہوش سے سنو! کہ احمدیت تم سے کیا چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے۔ کہ تم صداقت کی راہ میں خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔ وہ چاہتی ہے۔ کہ تم اپنے قلوب میں ایک نمایاں تغیر پیدا کرو۔ کیونکہ تم دنیا کے شہنشاہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رض کے مثیل ہو۔ بے شک کابل کی زمین اس امر پر شاہد ہے۔ کہ تم میں سے کئی ایک نے راستی کی خاطر اپنی جانوں تک کو قربان کر دیا۔ مگر پیارو! تم نے ابھی مزید قربانیاں کرنی ہیں۔ کیونکہ کابل کے شہدائے صادق تم سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ تم دین کی خاطر اپنے مالوں اپنی جانوں اپنے عزیز و اقربا کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے دیوانہ وار غیر ممالک میں جو روحانیت کے آفتاب کی روشنی سے کوسوں دور ہیں۔ نکل جاؤ اور اس آسمانی پانی کی بوتلوں کو جو مسیحِ وقت لیکر تم میں مبعوث ہوا۔ جس سے ایک مردہ روح کو ابدی حیات نصیب ہوتی ہے۔ اپنے ہاتھوں میں لو۔ اور مردہ روحوں پر چھڑکاؤ کرو۔ تا انہیں ابدی حیات نصیب ہو۔ یورپ کی تقلید کرنے والوں کو ببانگ دہل سنا دو۔ کہ اے یورپ کی تقلید کرنیوالو۔ ہم مسیح پاک کے شیدائی۔ حضرت محمود ایدہ اللہ کے بہادر سپاہی تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ تا تمہیں صداقت اور راستی کے جھنڈے تلے جمع کریں۔ بہتر ہوگا۔ کہ ہمارے آنے سے قبل تم یورپ کی تقلید چھوڑ دو۔ اور یسوع کی الوہیت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار دو۔ کہ ناحق صدیوں سے تم اسکی پرستش کرتے چلے آئے ہو۔ اب تم نے اپنے پیدا کرنے والے مالک کی عبادت کرنی ہوگی۔ اور دین و دنیا کے شہنشاہ رسول مقبول صلعم کی غلامی کا ہار اپنے گلے میں ڈالنا ہوگا۔ شہزادہ امن حضرت مسیح قادیانی علیہ السلام کی بیعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھو۔ تا تم الٰہی انعامات کے وارث ٹھیر سکو۔

اے عیسائی دنیا! کفارۂ یسوع کب تک تیرے لئے لائحہ عمل ہوگا۔ آخر تو نے دنیا کے منجی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرنی ہے۔ اٹھ کر وقت گزرتا جاتا ہے۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ اپنے صانع پیدا کرنیوالے مالک کی آغوش رحمت میں آ۔

ویدوں کے ماننے والو! اب تمہارے لئے بھی مہارشی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرنوں میں گرنے کے سوا چارہ نہیں۔ بھولے بھٹکے مترو! دیانند کی تقلید چھوڑ دو۔ کہ جس کا نتیجہ [illegible] ستیگرو! [illegible] اگر تم حضرت گرو بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سچے [illegible] ہو۔ تو زمانے کی حالت پر نگاہ کرو [illegible] راستی کے آگے سر جھکا دو۔ تاکہ تم حضرت گرو بابا نانک کی روح کو خوش کرو۔ مبارک ہیں وہ جو صداقت کو

* قبول کرتے ہیں۔ سو ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا۔ اب بھی اگر نہ سمجھو گے تو سمجھائے گا خدا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ خواجہ خورشید احمد [illegible]

عیسائی مشن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(۱۶)

دلیل نہم۔ یہودی ناراض تھے۔ کہ یسوع نے سبت کے دن ایک بیمار کو چنگا کیا۔ مسیح کہتا ہے کہ جیسا باپ مُردوں کو اٹھاتا ہے۔ اور زندہ کرتا ہے۔ ویسا ہی بیٹا جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔ یوحنا ۵/۱۵ تا ۲۰ صکے

جواب:۔ ۱۔ احیائے موتٰی کے متعلق بائیبل میں یہ قانون الٰہی درج ہے۔ " جو گور میں اترا پھر ادھر نہ آئے گا۔ ایوب ۷/۹۔ ۱۰/۲۱۔ ۱۶/۲۲

پس یہ اس حقیقت افروز قانون کے خلاف ہے۔ کہ کوئی مردہ زندہ ہو سکے۔ باقی رہا حضرت مسیح علیہ السلام کے مذکورہ قول کا مطلب۔ تو اس کا مطلب بالکل عیاں ہے۔ یہودی حضرت مسیح علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ سبت کے دن بیمار کو کیوں چنگا کیا۔ آپ اس کا یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ جس طرح باپ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یعنی اپنے فضل سے قریب المرگ لوگوں کو بھی شفا دے دیتا ہے۔ اسی طرح بیٹا کرتا ہے۔ لیکن اگر یہ مطلب نہ لیا جائے۔ بلکہ مردوں کی حقیقی حیات کو پیش کیا گیا ہو۔ تو اول تو یہ مذکورہ قانون کے خلاف ہوتے ہوئے ناممکن ہے۔ دوئم۔ ایسے معنے کرنے کی سیاق سباقِ آیاتِ منقولہ اجازت نہیں دیتا۔ سوال تو بیمار کے شفایاب کرنے کا ہے۔ جواب میں مردوں کی حقیقی زندگی پیش کی جاتی ہے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ یہاں بیماروں کی شفایابی کو پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں غور تو کریں۔ کہ باپ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ کیا باپ حقیقی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ ہرگز نہیں۔ کیوں کہ اس نے یہ قانون مقرر کیا۔ کہ جو گور میں اترا ادھر نہ آئے گا۔" ہاں باپ روحانی مردے زندہ کرتا ہے۔ قریب المرگ لوگوں کو اپنے فضل سے شفا بخشتا ہے۔ پس یہی زندگی ہے۔ جس کو حضرت مسیح علیہ السلام پیش کر رہے ہیں۔ نہ اور۔ اب میں وہ تمام سیاق و سباق کی آیات درج کر دیتا ہوں۔ جو کہ پادری صاحب نے پیش نہیں کیں۔ اور خواہ مخواہ خلق خدا کو دھوکا دینے پر کمر کس لی۔

" یہودی یسوع کو ستانے لگے۔ کیوں وہ ایسے کام سبت کے دن کرتا تھا۔ لیکن یسوع نے ان سے کہا۔ میرا باپ اب تک کام کرتا ہے۔ اور میں بھی کام کرتا ہوں۔ اس سبب سے یہودی اور زیادہ اس کے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ کہ وہ نہ فقط سبت کا حکم توڑتا بلکہ خدا کو خاص اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خدا کے برابر کہتا ہے (اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے۔ ناقل) یسوع نے ان سے کہا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ سوا اس کے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے۔... جتنے کام باپ کرتا ہے۔ اپنے بیٹے کو دکھاتا ہے۔ ...... جس طرح باپ مردوں کو زندہ کرتا اور اٹھاتا ہے۔ اسی طرح بیٹا جنہیں چاہتا ہے۔ زندہ کرتا ہے۔ ..... میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جو میرا کلام سنتا ہے۔ اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اسی کی ہے۔ .... بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ ...... وقت آتا ہے۔ کہ مُردے خدا کے بیٹے کی آواز سُنینگے۔ اور جو سُنیں گے۔ جیئیں گے۔ بلکہ جس طرح باپ آپ میں زندگی رکھتا ہے۔ اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی بخشا ہے۔ کہ آپ میں زندگی رکھے ..... میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں"۔ یہ وہ آیات ہیں۔ جو کہ پادری صاحب نے درج نہ کیں درج بھی کیونکر کرتے۔ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا تھا۔ اس لئے مصلحت کا تقاضا تھا۔ کہ پادری صاحب ان آیات کو نظر انداز کر دیتے۔

قارئین کرام۔ اب آپ ذرا غور کریں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کس قسم کے مردے زندہ کرنے کا دعوے کیا تھا۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ روحانی مردے۔ جن کے کہ زندہ کرنے میں حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے محتاج ہیں کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ بھی کرتا ہوں۔ خدا کی مدد اور اسکی روح کی مدد سے۔" یوحنا ۱۰/۲۱۔ لوقا ۱۱/۲۰ متی ۱۲/۲۸۔ بلکہ یہاں تک کہ دوسروں کو زندگی دینا دُ کجا۔ جناب یسوع اپنے آپ میں بھی زندگی نہ رکھ سکتے تھے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے زندگی بھی خدا نے ہی سونپی ہے۔ اور میں باپ کے سبب سے زندہ ہوں۔ یوحنا ۶/۵۶۔ پس ان آیات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام روحانی زندگی بخشتے تھے۔ اور وہ بھی خدا کے وسیلہ سے۔ چنانچہ اس میں حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ہر ایک نبی اسلئے آیا۔ تاکہ روحانی مردوں کو زندہ کرے۔

دلیل دہم۔ یہودیوں نے اس سے کہا۔ کہ تیری عمر پچاس سال کی بھی نہیں۔ کیا تو نے ابراہیم کو دیکھا ہے۔ یسوع نے انہیں کہا۔ کہ پیشتر اس کے ابراہیم تھا۔ میں ہوں۔ (یوحنا ۸/۵۶ تا ۵۸ صکے)

جواب۔ کیا واقعی بجسمہٖ حضرت مسیح علیہ السلام ابراہیم سے پیشتر تھے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ اسی طرح حضرت ابراہیم سے پیشتر تھے۔ جس طرح کہ پولوس رسول کہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہم کو بنائے عالم سے پیشتر اس میں چن لیا۔ افسیوں ۱/۴۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ پولوس و دیگر رسل دنیا کی پیدائش سے پیشتر موجود تھے۔ نہیں بلکہ چونکہ وہ خدا کے علم اور ارادے میں تھے اس لئے کہا گیا۔ کہ ہم بنائے عالم سے پیشتر کے ہیں۔ تمطاؤس ۲ ۱/۹۔ یعنی ہم بنائے عالم سے پیشتر خدا کے علم میں تھے۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ پیشتر اس کے کہ ابراہیم تھا۔ میں ہوں۔ یعنی میں ابراہیم سے پیشتر خدا کے علم اور ارادے میں تھا۔ اور ان پیشگوئیوں کے ماتحت جو میرے حق میں مسطور ہیں۔ میں ابراہیم سے پیشتر تھا۔ کیوں پادری صاحب اس آیت سے الوہیت مسیح کیونکر ثابت ہو گئی۔

دلیل یازدہم۔ نقودیمس کو اس نے کہا۔ کہ وہ جو بیٹے پر ایمان نہیں لاتا۔ اس پر سزا کا حکم ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لاتا۔ یوحنا ۳/۱۸ صکے

جواب۔ ہر ایک مرسل کے منکر پر سزا کا حکم ہوگا۔ اس میں جناب یسوع کی کوئی خصوصیت نہیں۔ باقی رہ گیا یہ کہ یسوع کو اکلوتا بیٹا کہا گیا۔ تو پادری صاحب آپ تو کیتھولک ہیں۔ دیکھو کیتھولک انجیل میں لکھا ہے۔ "مقدس کتابوں میں پلوٹھا اکثر وہی ہے جو اکلوتا ہے۔ ص ۴۳۶ حاشیہ۔ اب دیکھو لو بائیبل میں کئی بیٹوں کو خدا کا پلوٹھا بیٹا کہا گیا۔ خروج ۴/۲۲۔ یرمیاہ ۳۱/۹۔ زبور ۸۹/۲۷۔ اور مذکورہ حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ پلوٹھا اور اکلوتا کتاب مقدس کے محاورہ میں ایک ہی ہے۔ بنابریں جس طرح دیگر انبیاء خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یسوع تھے۔ دراصل ہر ایک نبی اپنے اپنے زمانہ میں خدا کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے۔ اسی لئے کئیوں کو پلوٹھا بیٹا کہا گیا۔ حالانکہ پلوٹھا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

دلیل دوازدہم۔ یسوع کہتے ہیں۔ " اے باپ اب تو مجھے اپنے پاس اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ جلالی بنا دے۔ یوحنا ۱۷/۵ تا ۱۰ ازلیت مسیح ثابت ہے۔ (الوہیت مسیح ص ۸)

جواب۔ بعینہٖ اسی طرح کے الفاظ پولوس رسول کہتے ہیں۔ (۱) کیونکہ خدا نے تمہیں ابتدا ہی سے اس لئے چن لیا تھا۔ تھسلنیکیوں ۲/۱۱ (ب) جس نے ہمیں نجات دی۔ اور پاک بلاوے سے بلایا۔ ہمارے کاموں کے موافق نہیں۔ بلکہ اپنے خاص ارادے اور اس فضل کے موافق جو یسوع مسیح میں ہم پر ازلی زمانوں سے پیشتر ہُوا۔ تمطاؤس ۱/۹۔

اب اگر کوئی کہے۔ کہ حواری ازلی ہیں۔ کیونکہ حواریوں کے متعلق ہے۔ کہ ان پر ازلی زمانوں سے پیشتر خدا کا فضل ہُوا۔ تو کیا یہ صحیح ہوگا۔ نہیں۔ کیونکہ ساتھ ہی لکھا ہے۔ کہ ازلی زمانوں سے خدا کے ارادہ میں تھا۔ کہ ان پر فضل ہوگا۔ جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ چنانچہ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق پطرس ۱ ۱/۲۰ میں لکھا ہے۔ " اس کا (مسیح کا) علم تو بنائے عالم کے پیشتر سے تھا۔ مگر ظہور اخیر زمانہ میں تمہاری خاطر ہُوا۔" گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جناب مسیح خدا کے علم میں بنائے عالم سے پیشتر کے ہیں۔ اسی لئے آپ نے کہا۔ کہ " میں اس جلال کہ جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔" یعنی میں خدا کے علم میں تھا۔ اور مشیتِ ایزدی میں پہلے سے میرا ظہور منظور تھا۔ اس لئے آپ نے دوسری جگہ فرمایا۔ کہ خدا نے بنائے عالم سے پیشتر مجھ سے محبت رکھی۔ یوحنا ۱۷/۲۴۔ اب کیا حضرت مسیح علیہ السلام بنائے عالم سے پیشتر موجود تھے۔ نہیں بلکہ آپ خدا کے ارادہ میں تھے۔ اسلئے آپ نے ایسا کہا جس طرح حواری خدا کے ارادہ میں تھے۔ اور انہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے کہا۔ کہ "ہم بنائے عالم سے پیشتر کے ہیں"۔ جس طرح حواری ازلی نہ تھے۔ اسی طرح جناب یسوع بھی ازلیت سے محض بے نصیب تھے۔ اگر ازلیت خدائی کی دلیل ہے۔ تو سنیئے۔

(۱) دانائی سب مخلوق سے پہلے تھی۔ (امثال ۸/۲۱، ۲۲، ۲۳)

(ب) ملک صدق شالیم کی زندگی کا نہ شروع نہ آخر۔ نہ اسکی ماں نہ باپ۔ نہ ہی اس کا نسب نامہ۔ عبرانیوں ۷/۳۔ کیوں پادری صاحب ذرا جرأت تو کریں۔ اور ملک صدق کو بھی قبائے الوہیت سے زینت دیں۔ دیدہ باید

دلیل سیز دہم:۔ یسوع کو سجدہ ہوتا تھا۔ اس لئے آپ خدا ہیں۔ یوحنا ع۹ ۳۵ تا ۳۸

جواب:۔ بائیبل کی رو سے تعظیمی سجدہ جائز ہے۔ دیکھو سموئیل ع۱ ۲۴/۸۔ سلاطین ع۱ ۱/۲۳ تواریخ ع۱ ۲۹/۱۲۔ متی ۱۸/۲۶۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی رواج کے مطابق بعض دفعہ تعظیمی سجدہ ہوا۔

(۲) جیسے کہ داؤد نے ساؤل کو سجدہ کیا۔ سموئیل ع۱ ۲۴/۸۔ ناتن نبی نے داؤد کو سجدہ کیا۔ سلاطین ع۱ ۱/۲۳۔ ایلیا کو سجدہ۔ سلاطین ع۱ ۱۸/۷۔ کیا ساؤل اور داؤد ایلیا خدا تھے۔ نہیں بلکہ یہ تعظیمی سجدہ تھا۔ جو کہ بروئے بائیبل جائز ہے۔ اور یہی مروجہ سجدہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی ایک دو دفعہ ہوا۔ لیکن حقیقی سجدہ صرف خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ جو کہ عبادت میں داخل ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر۔ اور صرف اسکی عبادت کر۔ متی ۴/۱۱۔

دلیل چہاردہم مسیح کو گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (مرقس ۲/۵ ص ۹)

جواب۔ حضرت مسیح علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ یوحنا ۵/۳۰۔ پس آپ کا گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار بھی خدا کی بخشش ہے۔ گویا آپ محتاج ہوئے کسی ہستی کے۔ جو محتاج ہے وہ خدا کیونکر۔ اس اختیار میں حضرت مسیح علیہ السلام ہی منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ حواری بھی شامل ہیں۔ ان کو بھی خدا مانو۔ حواریوں کے متعلق لکھا ہے۔ "جن کے گناہ تم بخشو بخشے گئے۔ جن کے گناہ تم قائم رکھو۔ قائم رکھے گئے۔ یوحنا ۲۰/۲۳۔ (۲) دیکھو گنتی ۱۴/۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گناہوں کے بخشوانے کا اختیار حاصل تھا۔ تبھی تو وہ گناہ بخشواتے ہیں۔

دلیل پانزدہم۔ یسوع نے ذیل کے معجزات دکھلائے۔ اس لئے وہ خدا ہے۔ بیماروں۔ لنگڑوں۔ اندھوں۔ بہروں۔ مرگی والوں کو چنگا کیا۔ بدروحیں نکالیں۔ مُردوں کو زندہ کیا۔ پانی کو مے بنایا۔ روٹیوں اور مچھلیوں کو بڑھایا۔ طوفان کو تھمایا وغیرہ وغیرہ

جواب۔ یہ تمام معجزات الوہیت کی دلیل نہیں ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام حواریوں کو کہتے ہیں۔ کہ تم یہ کام جو میں کرتا ہوں۔ وہ بھی کروگے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ یوحنا ۱۴/۱۲ و ۱۳

پس اگر یہ معجزات الوہیت کی دلیل ہیں۔ تو حواریوں کی الوہیت جناب یسوع سے بڑھ کر تسلیم کرنی پڑے گی۔ بائیبل کو پڑھو۔ نبیوں نے ایسے ایسے تحیر کن معجزات دکھائے۔ کہ جناب یسوع کے معجزات ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ نبیوں کے تمام معجزات سے نہایت اختصار سے چند پیش احباب ہیں۔ ایلیا نے بارش بند کر دی۔ اور کہا۔ برسوں نہ اوس پڑیگی۔ نہ مینہ برسیگا۔ سلاطین ع۱ ۱۷/۱۔ ایلیا نے بیوہ کے لڑکے کو زندہ کیا۔ سلاطین ع۱ ۱۷/۲۲۔ آسمان سے آگ اتاری۔ سلاطین ع۱ ۱۸/۳۸۔ ایک بیوہ کے آٹے اور تیل کو بہت ہی بڑھا دیا۔ سلاطین ع۱ ۱۷/۱۴۔ بارش برسائی سلاطین ع۱ ۱۸/۴۵۔ ایلیا نے اپنی چادر سے دریائے یردن کو پھاڑ دیا۔ سلاطین ع۲ ۲/۸۔ ایلیا آسمان پر چڑھ گیا۔ سلاطین ع۲ ۲/۱۱ و ۱۳۔

ایلیا کے شاگرد } پانیوں کو اچھا کیا۔
الیسع کے معجزات } سلاطین ع۲ ۲/۲۱۔

شہر کے لڑکوں نے آپ کا تمسخر اڑایا۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ تو ریچھنیاں وہیں سے نکلیں اور بیالیس چھوکرے پھاڑ ڈالے۔ سلاطین ع۲ ۲/۲۳ و ۲۴ و ۲۵۔ بارش نازل کی سلاطین ع۲ ۳/۱۲ و ۱۷ و ۲۰۔ ایک مقروض عورت کے تیل کو اتنا بڑھایا۔ کہ وہ اسکی فروخت سے مالا مال ہو جاتی ہے۔ ضرور پڑھو سلاطین ع۲ ۴/۱ تا ۶۔ ایک عورت اولاد نرینہ سے محروم تھی۔ آپ کے کہنے سے وہ بیٹا جنی۔ سلاطین ع۲ ۴/۱۶ و ۱۷۔ پھر وہ لڑکا مر جاتا ہے۔ تو آپ اسے زندہ کر دیتے ہیں۔ سلاطین ع۲ ۴/۳۲ تا ۳۵۔ تھوڑے کھانے کو بڑھایا۔ سو آدمی سیر ہو گئے۔ تب بھی کھانا بچ رہا۔ سلاطین ع۲ ۴/۴۲ و ۴۳ و ۴۴۔ ایک کوڑھی کو اچھا کیا۔ سلاطین ع۲ ۵/۱ و ۹ و ۱۰ و ۱۴۔ کلہاڑی کا لوہا پانی میں گر گیا۔ آپ نے حکم دے کر لوہا تیرا دیا۔ سلاطین ع۲ ۶/۵ و ۷۔ الیسع مر جاتے ہیں۔ ان کی ہڈیوں سے ایک مردہ لگتا ہے۔ اور زندہ ہو جاتا ہے۔ سلاطین ع۲ ۱۳/۲۰ و ۲۱ اس کے علاوہ دیگر آپ کے معجزات سلاطین ع۲ ۶/۱۸ و ۱۷ و ۱۸ و ۶/۳۱ و ۷/۱ تا ۲۰ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں۔ پیدائش ۴۶/۴ و ۳۰ حزقیل نے ہزاروں کو زندہ کیا۔ حزقی ۳۷/۱۰۔ نبیوں کے سینکڑوں معجزات سے نہایت اختصار سے خوشہ چینی کی گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ پادری صاحب کو تسلی ہو گئی ہوگی۔ کہ معجزات الوہیت کی دلیل نہیں ہیں۔

دلیل شانزدہم۔ یسوع تین دن مر کر زندہ ہو گیا۔ اسلئے وہ خدا ہے۔ (الوہیت مسیح ۱۴ و ۱۵)

جواب۔ جو مر گیا۔ وہ خدا کیونکر۔ خدا کی توصفات میں داخل ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہمیش زندہ ہے۔ تمط ع۱ ۶/۱۶۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ہزارہا مُردے نبیوں کے ذریعہ زندہ ہوئے۔ اسی طرح متی ۲۷/۵۳ میں لکھا ہے۔ کہ عیسائیوں کے بچارے خدا کی جب جان نکلتی ہے۔ تو بہت سے مردے قبروں سے نکل کر شہروں میں پھرنے لگتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اور سنیئے۔ دو نبیوں کی لاشیں ۳½ دن بازار میں لوگ دیکھتے ہیں۔ پھر وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ مکاشفات باب ۱۱۔ پادری صاحب بتائیے۔ کیا یہ سب لوگ خدا تھے۔ اگر پادری صاحب یہاں پر سوال کریں۔ کہ مذکورہ لوگوں کو خدا نے زندہ کیا۔ لیکن مسیح خود بخود زندہ ہو گیا۔ تو اس کے لئے اعمال ۱۳/۳۴ پڑھ لیں۔ جہاں کہ لکھا ہے۔ کہ "یسوع کو خدا نے زندہ کیا"۔ امید ہے۔ کہ پادری صاحب ان حقائق پر غور کریں گے۔ اور حق کی دشمنی سے روگرداں ہوں گے۔

آخری گذارش

ہم خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ پادری صاحب کے تمام دلائل کی تردید کر چکے۔ کچھ بیہودہ دلیلیں ہم نے عمداً چھوڑ دیں۔ کیونکہ ان کا جواب محض تضیع اوقات اور اخبار کے قیمتی کالموں کو بے سود سیاہ کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ جب میری نظر ان دلائل پر پڑتی ہے۔ تو میں حیران رہ جاتا ہوں۔ کہ کیا یہ دلیلیں بھی الوہیت مسیح کی بوسیدہ گڈیا کو سہارا دے سکتی ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔

بلکہ یہ تثلیثی اوندھی کھوپری کا ہی اختراع معلوم دیتی ہیں۔ وگرنہ انسانی عقل ان دلائل کو بصد حقارت دھتکار رہی ہے۔ بالآخر میں پادری صاحب سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ وہ فکر و تدبر کو کام میں لائیں۔ اور ایک عورت زادہ محتاج انسان کو خدا نہ بنائیں۔ بلکہ آپ کا مذہب وہی ہو۔ جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں۔ یوحنا ۱۷/۳

مرادما نصیحت بود و گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(عبد القادر احمدی لائل پوری)

عبد الحق غزنوی سے مباہلہ اور اہلحدیث

مذکورہ بالا پرچہ کے صفحہ ۵ پر کسی مباہلہ کا ذکر کرتا ہوا اہلحدیث کا مدیر لکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "مولوی صوفی عبد الحق غزنوی سے مباہلہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرزا صاحب مولوی صاحب سے سات سال پہلے مرے تھے"۔

مباہلہ کی میعاد تو ایک سال ہوتی ہے۔ مگر امرتسری صاحب سات سال بتاتے ہیں۔ مگر مولانا اس مباہلہ میں مدت کا تو ذکر نہیں ہے۔ البتہ اس میں لعنت کا ذکر ہے۔ اور آپ اپنے رسالہ الہامات مرزا میں اس مباہلہ کا ذکر لکھ چکے ہیں۔ اس مباہلے کا نتیجہ جو ہوا۔ یہ تھا۔ کہ حضرت صاحب کو خدا تعالےٰ نے سب ترقی دی۔ آپ کے اولاد ہوئی۔ آپ کو خدا نے اسلام کی خدمت کرنے والی جماعت عطا فرمائی وغیرہ وغیرہ۔ اس کے مقابل عبد الحق غزنوی بڑی ذلت کے ساتھ مرا۔ نہ اولاد ہوئی۔ اور جو تھی۔ وہ بھی مر گئی۔ آج اس کا نام لیوا کوئی بھی نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیوا تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہر روز درود بھیجتے ہیں۔ خدا کرے۔ کہ اس قسم کے مباہلے روز ہوں۔ مولوی صاحب آپ نے بھی مباہلہ کیا تھا۔ اس کا نتیجہ جو ہوا۔ وہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ اس وقت جماعت کی کتنی تعداد تھی۔ اور اب کتنی ہے۔ آپ تو ایسے مضامین شائع کرنے سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ ر جون ۱۹۳۸ء

سلسلہ کی تحریکات سے ہر فرد کو واقف کرنا اہم قومی فرض ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

عقل مند اور پاگل۔ مومن اور منافق

میں یہی فرق ہوتا ہے۔ کہ عقلمند اور مومن کے اقوال اور افعال میں اختلاف اور تضاد نہیں ہوتا۔ لیکن پاگل اور منافق کے کاموں اور قولوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ یہی ایک علامت ہے۔ جس کے ذریعہ سے پاگل اور منافق و مومن اور عقلمند کو پہچانا جا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ہم دیکھیں۔ کہ وہ کسی چیز کی تعریف کر رہا ہے لیکن وہ چیز جب اسے میسر آرہی ہو۔ تو اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اور اسے حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ تو ہم سمجھیں گے۔ بناوٹ تھی۔ اگر واقعہ میں وہ اس کے نیک اثرات کا قائل ہوتا۔ تو جب وہ اسے میسر آرہی تھی۔ تو اسے کیوں نہ لیتا۔ پس اسکی تعریف یا تو پاگلانہ تھی یا منافقانہ (گویہ جنون یا منافقت والات کے ماتحت کم و بیش درجہ کی ہوگی۔ چنانچہ قرآن کریم نے عارضی حالت کا نام جہالت رکھا ہے۔ اور وہ جہالت جو عارضی طور پر بعد علم کے انسان پر غالب ہوتی ہے۔ جنون کی ہی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ آج کل کی طبی تحقیق میں ایسے جرائم کا موجب جو انسان کے عقیدہ اور مسلمات کے خلاف اس سے سرزد ہوں۔ ایک قسم کے جنون کا دورہ ہی بتایا گیا ہے) تیسری کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کو کوئی چیز اچھی نظر آئے۔ مگر وہ اسے ملتی نہ ہو۔ اس صورت میں ہم اسے پاگل یا منافق نہیں کہیں گے۔ کیونکہ اگر وہ اسکی تعریف کرتا ہے تو اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور چونکہ اسے عمل کا موقعہ نہیں ملا۔ اسلئے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اسے عمل کا موقعہ ملے۔ اور وہ غفلت برتے۔ یا لاپرواہی سے کام لے تو بے شک ہم کہیں گے۔ کہ یا تو اسکی تعریف منافقانہ اور پاگلانہ تھی۔ اور یا پھر اب اس پر جنون کا دورہ ہو گیا ہے۔ جس کے ماتحت یہ اس چیز کی نیکی اور خوبی کو بھول گیا ہے۔

اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان

متواتر بلاناغہ اور دن میں کئی کئی بار

الحمد للہ رب العٰلمین کہتا ہے۔ گویا وہ اقرار کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ بڑی تعریف والا ہے۔ کیوں اس لئے نہیں۔ کہ مجھ پر احسان کرتا ہے۔ اسلئے نہیں۔ کہ میری خبر گیری کرتا ہے۔ بلکہ وہ اس لئے تعریف کا مستحق ہے۔ کہ رب العالمین ہے اور ساری دنیا کا خیال رکھتا ہے۔ رات۔ دن صبح و شام۔ دوپہر غرض کہ ہر لحظہ اور ہر روز اور ہر ہفتہ اور ہر مہینہ اور ہر سال وہ اس امر کا اقرار کرتا چلا جاتا ہے۔ بلوغت سے لے کر موت تک کبھی کھڑے۔ اور کبھی بیٹھے۔ کبھی لیٹے۔ کبھی ان معین الفاظ میں اور کبھی عام فقرہ کی صورت میں ہم اس مضمون کو بیان کرتے ہیں۔ کبھی تو الحمد للہ رب العالمین ہی کہتے ہیں۔ اور کبھی دوسری دعائیں کرتے ہیں۔ جن کا مطلب بھی دراصل یہی ہے۔ جب سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلےٰ کہتے ہیں۔ یا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ تو اس کا بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں ربوبیت عالمین پر دلالت کرتی ہیں۔ خدا تعالےٰ کی سب سے زیادہ تعریف کیوں ہے؟ اسلئے کہ وہ سب کا رب ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی ربوبیت کرنے والا نہیں۔ پس بعض حالتوں میں انہی الفاظ میں اور بعض حالتوں میں دوسرے الفاظ میں ہم اللہ تعالےٰ کی یہ صفت بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ واہ وا ہمارا رب کیسا اچھا ہے۔ ساری دنیا کی ربوبیت کرتا ہے۔ لیکن غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارے لئے بھی تو ربوبیت کے مواقع آتے ہیں۔ اگر ربوبیت اچھی چیز ہے۔ تو ہمیں بھی یہ صفت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اسے پیدا کرتے ہیں۔ تو ہمارا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہنے کا دعوےٰ

سچا اور مومنانہ ہے۔ ورنہ یہ منافقانہ یا پاگلانہ ہے۔ مومن کے لئے یہ بات کتنی اہمیت رکھنے والی ہے۔ کہ جس چیز کی تعریف وہ اس قدر تواتر کے ساتھ کرتا ہے۔ اسے خود بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا نہیں۔ انسان ایک دفعہ بھی جو بات زبان سے نکال دے۔ اس پر اس کا قائم رہنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر جس بات کو دن میں تیس چالیس مرتبہ دہرائے۔ لیکن جب عمل کا وقت آئے تو اسے نظر انداز کر دے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ

صفت رب العٰلمین

کی کوئی حقیقت اس کے نزدیک نہیں ہے اسی لئے وہ اسے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بعض حالتوں میں تو میں نے دیکھا ہے۔ کہ بیوی بچے بھی انسان کی اس صفت سے محروم رہتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے بچوں کی روٹی اور لباس کی تو بڑی فکر رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں نماز کا پابند بنانے کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں ہوتی۔ پھر بعض لوگوں کے دلوں میں تعلیم کی قدر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک

آداب مجلس کی قدر

ہوتی ہے۔ اسلئے ان کو یہ باتیں اچھی طرح سکھاتے ہیں۔ بعض ادیب ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ کہ ان کے بچوں کی زبان درست ہو۔ جو اپنے پیشہ کو عزیز رکھتے ہیں۔ وہ اس سے اپنے بچوں کو پوری طرح واقف کرتے ہیں۔ زمیندار اپنے بچوں کو ہل چلانا اور دوسرے زمیندارہ کام کرنے سکھاتا ہے۔ ان کو موسموں کے حالات اور ان کے تغیرات کا فصلوں پر اثر بتاتا ہے۔ انہیں وہ امثال سکھاتا ہے۔ جن میں بیان ہوتا ہے۔ کہ کونسی فصل کے لئے کس موسم میں پانی اچھا ہوتا ہے۔ کب گوڈی اچھی ہوتی ہے۔ پھر اگر کوئی لوہار یا ترکھان ہے۔ تو وہ اپنے بچوں کو اس کام کی باتیں بتاتا ہے۔ لیکن جب خدا رسول کی باتیں یا نماز روزہ کے مسائل سکھانے کو کہا جائے تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ جی ابھے نیانا اے۔ یعنی ابھی یہ بہت چھوٹا بچہ ہے۔ حالانکہ تم اسے زبان سکھاتے ہو۔ آداب مجلس سکھاتے ہو۔ پیشہ کی باتیں سکھاتے ہو۔ زمیندارہ کی باتیں بتاتے ہو۔ اور کبھی تمہیں یہ خیال نہیں آتا۔ کہ یہ "نیانا" یعنی چھوٹا بچہ ہے۔ لیکن جب دین کا سوال ہو۔ تو جھٹ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ "نیانا" ہے۔ کیا دین ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو سمجھی نہ جا سکے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو فرمایا ہے۔ کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان دی جائے۔ مگر افسوس ہے کہ خدا اور رسول نے جن باتوں کو ابتداء میں سکھانے کی ہدایت کی ہے۔ ان کو پیچھے ڈالا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ

سکھانے اور تعلیم دینے کا بہترین وقت

بچپن ہی ہے۔ اس عمر میں جو بات سکھائی جائے۔ وہ میخ کی طرح دل میں گڑ جاتی ہے۔ بچوں کو لوگ کہانیاں سناتے ہیں۔ جن میں بھوت پریت کا ذکر ہوتا ہے۔ اور ان کا طبیعت پر ایسا اثر ہوتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے بچپن میں ایسی کہانیاں سنی ہیں۔ وہ ان باتوں کے خلاف دلیلیں دیں گے۔ تقریریں کریں گے۔ مگر ان کی اپنی زندگی کے مختلف شعبوں میں ان باتوں کا اثر ضرور ظاہر ہوگا۔ وہ لوگوں کو ان باتوں کا غلط ہونا بتائیں گے اور اس کے لئے تقاریر بھی کریں گے۔ مگر بعض دفعہ وہ خود شک میں پڑ جائیں گے۔

۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفہ اول رضؓ کے عہد خلافت میں

جب میں نے "الفضل" جاری کیا

تو ڈیکلریشن کے لئے گورداسپور جانے لگا۔ ایک دوست نے دریافت کیا۔ کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے بتایا۔ تو کہنے لگے۔ کہ آج تو منگل ہے۔ آج نہ جائیں۔ میں نے کہا۔ کہ منگل ہے تو کیا ہرج ہے۔ کہنے لگے۔ کہ یہ بڑا منحوس دن ہے۔ آپ نہ جائیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں نے تو اسکی نحوست کوئی نہیں دیکھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی برکت ہو۔ تو منگل کی نحوست کیا کر سکتی ہے۔ اور میں تو ضرور آج ہی جاؤنگا کہنے لگے۔ کہ آپ چلے جائیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اول تو ٹانگہ رستہ میں ہی ٹوٹے گا۔ نہیں تو

ڈپٹی کمشنر دَورہ پر ہوگا

اور اگر دَورہ پر نہ ہوا۔ تو بھی اسے کوئی ایسا کام درپیش ہوگا۔ کہ مل نہیں سکے گا۔ اور اگر ملنے کا موقعہ بھی مل جائے۔ تو مجھے ڈر ہے۔ کہ وہ درخواست رد نہ کر دے۔ مگر میں نے کہا۔ کہ چاہے کچھ ہو۔ میں تو ضرور منگل کو ہی جاؤں گا۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ ہم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گئے۔ تو ڈپٹی کمشنر وہیں تھا۔ ہم اس کے مکان پر گئے۔ اور جا کر اطلاع کرائی۔ کہ ڈیکلریشن داخل کرنا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ کچہری چلیں میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوراً کچہری آ گیا۔ اور چند منٹ میں اس نے ڈیکلریشن منظور کر لیا۔ اور ہم جلدی ہی فارغ ہو گئے۔ یہاں سے ہم کوئی سات آٹھ بجے چلے تھے۔ اور کوئی تین چار بجے واپس آ گئے۔ چونکہ ان دنوں یکوں میں سفر ہوتا تھا۔ اور اس کے یک طرفہ سفر پر ہی کئی گھنٹے لگ جاتے تھے۔ جب اس دوست نے ہمیں واپس آتے دیکھا۔ تو یقین کر لیا۔ کہ یہ اس قدر جلد واپس آئے ہیں۔ تو ضرور ناکام آئے ہونگے۔ اس لئے دیکھتے ہی کہا۔ کہ اچھا آپ واپس آ گئے۔ ڈپٹی کمشنر غالباً وہاں نہیں ہوگا۔ میں نے کہا۔ کہ وہ وہیں تھا مل بھی گیا۔ اور کام بھی ہو گیا۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ کہ میں مان ہی نہیں سکتا۔ کہ اس نے اتنی جلدی آپ کو فارغ کر دیا ہو۔ میں نے کہا۔

منگل جو تھا

زرا اچھے اچھے پڑھے لکھے آدمی منگل کی نحوست کے قائل ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے اگر کوئی اور ایسی باتیں کرے۔ تو کہیں گے۔ کہ فضول ہیں۔ کیا کوئی عقلمند ان کو مان سکتا ہے مگر منگل کی نحوست کا وہم چونکہ بچپن سے سنتے آئے ہیں۔ اسلئے یہ دل سے نہیں نکلیگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی منگل کے متعلق ایسا فرمایا ہے؟ میں کہتا ہوں۔ ممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ الہام بتایا گیا ہو۔ کہ آپ کے لئے

منگل کے دن

کوئی واقعہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ آپ کی وفات منگل ہی کے روز ہوئی۔ پس کسی خاص واقعہ کی وجہ سے اگر کسی دن کا طبیعت پر مخالفانہ اثر ہو۔ تو یہ حقیقتاً اس دن کی نحوست نہیں کہلائے گی۔ بلکہ اس کا تعلق ایک تکلیف دہ واقعہ سے بتائے گی۔ یہی حال برکات کا ہے۔ جمعہ کو ہم بابرکت کہتے ہیں۔ اور اسکی وجہ جمعہ کے دن کا سورج نہیں۔ بلکہ جمعہ کی عبادات ہیں۔ یا رمضان کو مبارک کہتے ہیں۔ اسکی وجہ بھی مہینہ کی برکت نہیں۔ بلکہ ان ایام کی عبادات ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمعرات اور ہفتہ کو سفر کے لئے مبارک کہا ہے۔ اسکی وجہ بھی یہ ہے۔ کہ جمعرات یا ہفتہ کے دن سفر کرنے والا جمعہ کی نماز کو محفوظ کر لیتا ہے۔ یا کم سے کم جمعہ کی نماز کی ہتک کرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ

بچپن کے اثرات

بہت دور تک جاتے ہیں۔ عام طور پر ہر انسان سوائے اس کے کہ جسے عادت ہو۔ اندھیرے میں گھر سے باہر جانے سے گھبراتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ نہیں ہوتی۔ کہ اسے چور چکار کا ڈر ہوتا ہے۔ بلکہ اسکی وجہ وہ کہانیاں ہوتی ہیں۔ جو بچپن میں بچوں کو سنائی جاتی ہیں۔ اور جن کا تعلق اندھیرے سے ہوتا ہے۔ اگر پوچھا جائے۔ کہ گھبراہٹ کی وجہ کیا ہے۔ تو کوئی وجہ اس کے لئے پیش نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ عقل تو مانتی نہیں۔ کہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ اسکی وجہ وہ مخفی اثر ہوتا ہے۔ جو بچپن میں طبیعت پر پڑتا ہے۔ اور پھر ساری عمر ساتھ جاتا ہے۔ اور اس کا موجب صرف والدین۔ بھائی۔ بہن۔ اردگرد کے لوگوں۔ اور قصوں کہانیوں کا اثر ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد پھر عادت کا اثر ہوتا ہے۔ کئی ہندو مسلمان ہونے کے بعد بھی عرصہ تک گائے کے گوشت سے گھبراتے ہیں۔ سردار فضل حق صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور اب فوت ہو گئے ہیں۔ یہاں مہمانخانہ میں بعض اوقات دوست کہتے تھے۔ کہ لاؤ۔ ان کو گائے کا گوشت کھلائیں۔ تو وہ بالکل انکار کر دیتے تھے۔ اور ان کے آگے آگے بھاگے پھرتے تھے۔ اور اگر کبھی دوست پکڑ کر زبردستی کرنا چاہتے تو چھڑا کر بھاگ جانے کی کوشش کرتے تھے۔ بہت عرصہ بعد بعض دوستوں نے بغیر بتائے انہیں گائے کا گوشت کھلا دیا۔ لیکن جب انہیں بتایا گیا۔ تو انہیں قے ہو گئی۔ تو انسان کی طبیعت پر بچپن کی بات کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے

انسان کے بچپن کی عمر

اللہ تعالےٰ نے لمبی کی ہے۔ کیونکہ یہی اس کے سیکھنے کی عمر ہے۔ جانور کے بچہ نے چونکہ ماں باپ سے تربیت حاصل نہیں کرنی ہوتی۔ اس لئے اس کا بچپن انسان کے بچپن کی نسبت سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اگر ایک جانور کی عمر تیس سال ہو۔ تو اس کا بچہ چھ ماہ سے دو سال تک کی عمر میں جوان ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کی تمام عمر اور بچپن کی عمر میں اوسطاً ایک اور تیس کی نسبت ہوتی ہے۔ لیکن انسان کے بچہ کے بالغ ہونے کی عمر اٹھارہ سال ہے۔ اور اگر اوسط عمر پچاس سال سمجھی جائے۔ تو گویا دونوں میں ایک اور تین کی نسبت ہے اگر انسان کے لئے بھی یہی نسبت ہوتی۔ تو اس کے لئے کل عمر ۱۸ × ۳۰ یعنی پانچ سو چالیس سال کی ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن جانوروں کی نسبت انسانی بچپن کا زمانہ بہت زیادہ ہے جانور چھ ماہ یا سال یا حد دو سال میں جوان ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان اٹھارہ سال کی عمر میں۔ غرض جانور کی بلوغت کی عمر۔ اور اس سے پہلی عمر میں بہت فرق ہے۔ لیکن انسان کی عمر میں یہ فرق بہت کم ہے۔ بعض ڈاکٹروں نے اس فرق کو دیکھ کر یہ خیال کیا ہے۔ کہ شاید

انسان کی عمر

خوراک وغیرہ کی غلطی سے کم ہو گئی ہے۔ لیکن بات یہ نہیں۔ لوگ مادی ہونے کی وجہ سے مادیات سے نگاہ اوپر نہیں اٹھا سکتے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے چونکہ علمی وجود بنانا تھا۔ اسلئے اس نے یہ انتظام کر دیا۔ کہ وہ ماں باپ کے پاس زیادہ سے زیادہ عرصہ تک رہ سکے۔ تا ان سے سیکھ سکے۔ اور جانوروں میں چونکہ ماں باپ پر تعلیم کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کے قبضہ میں بہت تھوڑا عرصہ بچہ کو رکھا ہے۔ لیکن انسان کی تعلیمی ذمہ داری اس کے ماں باپ پر رکھی ہے۔ اس لئے اس کے بچپن کا زمانہ لمبا کیا ہے۔ تا اگر ماں باپ اپنا فرض ادا کرنا چاہیں۔ تو کر سکیں۔ پھر بچوں کے بعد

خاوند اور بیوی کا تعلق

ہے۔ عورتوں پر بھی تربیت کا حق ہے۔ یوں تو اللہ تعالےٰ نے دونوں کو یکساں بنایا ہے لیکن یہ بھی فرمایا۔ کہ مرد کو چونکہ ہم نے مربی بنایا ہے۔ اسلئے اس کے اختیارات انتظام کے لحاظ سے زیادہ رکھے ہیں۔ اور تربیت کے اختیارات میں مرد کو مقدم رکھا ہے۔ اور مردوں پر عورتوں کی اصلاح کی ذمہ داری رکھی گئی ہے۔ یوں تو سارے بنی نوع انسان کی اصلاح کی ذمہ داری مومن پر ہوتی ہے۔ لیکن اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی ذمہ داری خصوصیت کے ساتھ ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ لوگ بالعموم اپنے

بیوی بچوں کی اصلاح

کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے۔ ایک مخلص دوست تھے۔ جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے لڑکے نے ایک دفعہ مجھے لکھا۔ کہ مجھے میرے والد صاحب اخبار "الفضل" خرید کر نہیں دیتے۔ آپ ان کو لکھیں۔ کہ میرے نام جاری کرا دیں۔ وہ لڑکا سکول یا کالج میں پڑھتا تھا۔ اس نے لکھا۔ کہ ہماری اور دینی تعلیم کا تو سامان نہیں۔ کم سے کم اخبار سے سلسلہ سے لگاؤ رہے گا۔ اس کے والد اچھے آسودہ حال آدمی تھے۔ میں نے ان کو خط لکھوایا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ بچوں کا ایمان ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ انہیں آزادی ہونی چاہیئے۔ کہ خود تحقیقات کریں۔ اور جو نتیجہ چاہیں نکالیں۔ بہرحال مجھے اپنے بچہ کی شکایت پر خوشی ہے۔ کہ اسکو احمدیت کی طرف توجہ ہوئی۔ میں اخبار اس کے نام جاری کرا دوں گا۔ اب بظاہر تو یہ بات بہت خوشنما ہے۔ کہ گویا وہ حریت ضمیر کے قائل تھے۔ لیکن کیا ہندو عیسائی اور یہودی وغیرہ دیگر مذاہب کے لوگ اپنے بچوں کو یونہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ہم اس اصول پر کاربند ہوں۔ تو اس کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ باطل کے سرپرست اپنے بچوں کو باطل کی تعلیم دیں۔ لیکن اسلام کے خدام اپنے بچوں کو چھوڑ دیں۔ کہ جو چاہے۔ ان کا شکار کر کے لیجائے۔ یقیناً جو شخص بچوں کی اصلاح کے طریقوں کو بھی حریت ضمیر کے خلاف سمجھے گا۔ اس کے بچے گمراہی کا شکار ہونے کے خطرہ میں رہیں گے۔

پس بیوی بچوں کی اصلاح کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس لئے جو بھی تحریک ہو۔ اسے اس قدر عام کرنا چاہیئے۔ کہ وہ بچوں اور عورتوں تک بھی پہنچ جائے۔ ورنہ اس کے وہ عظیم الشان نتائج نہیں نکل سکیں گے۔ جو نکلنے چاہئیں۔ اور جن کو دیکھ کر دنیا دنگ رہ جائے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بچپن کی تربیت بہت اعلیٰ درجہ کے نتائج پیدا کرتی ہے۔ ایمانی لحاظ سے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو خود تحقیق کر کے ایمان لایا جائے۔ اور یا پھر بچپن کی تربیت ایسی ہو۔ تحقیق کے ذریعہ سب کے سب لوگوں کا ایمان حاصل کرنا تو انبیاء کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ بعد کے زمانوں میں یہ موقعہ بہت کمزور ہو جاتا ہے اور جو لوگ مومنوں کے گھروں میں پیدا ہوں ان کے لئے تربیت ہی سے ایمان کا کمال مقدر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جماعت کے حالات اور عقائد کے دلائل سے بچہ بچہ واقف ہوتا تھا۔ کیونکہ چاروں طرف مخالف ہی مخالف تھے۔ اور ہر وقت ہمارے کانوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں یہی آواز پڑتی تھی۔ کہ فلاں مسئلہ پر یہ اعتراض ہوا ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے۔ یہی ہماری غذا تھی۔ اور یہی ہمارا کھیل تھا۔ جو ہم کھیلا کرتے تھے۔ مگر اب دارالفضل یا دارالرحمت کے بچوں کے سامنے کوئی سوال رکھ دیا جائے۔ تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور انہیں اتنی واقفیت دس سال میں بھی نہیں ہو سکتی۔ جتنی ہمیں ایک سال میں ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اب ہمارے بچوں کے کان اعتراضات سے آشنا نہیں ہیں۔

قادیان یا کسی اور جگہ کے بچے

جہاں جماعت زبردست ہو۔ وہ احمدیت کے اہم مسائل سے بھی تفصیلاً بغیر تعلیم کے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمیں بچپن میں ان کی خبر تھی۔ مجھے یاد ہے۔ میں بہت ہی چھوٹا تھا۔ ہمارے گھر میں دادا صاحب کے زمانہ کی ایک کتاب تھی۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جبریل کا آنا بند ہو گیا ہے۔ ایک اور بچہ کہیں باہر سے آیا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر میں نے کہا۔ کہ کیوں تم کس طرح صحیح کہتے ہو۔ اور بچپن میں جیسے دلائل ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ میں نے اس خیال کا رد کیا۔ اور کہا۔ کہ ہمارے ابا کو الہام ہوتے ہیں۔ آخر میں نے اسے کہا۔ کہ چلو حضرت صاحب سے پوچھیں۔ اور ہم کتاب لے کر حضور کے پاس پہنچے۔ حضور نے ہم دونوں کی بات سنکر فرمایا۔ کہ یہ لڑکا غلط کہتا ہے۔

ہم پر جبریل نازل ہوتا ہے

تو اس زمانہ میں ہم چونکہ چاروں طرف سے دشمنوں سے ہی گھرے ہوئے تھے۔ یا پرانا لٹریچر ہمارے سامنے رہتا تھا۔ اس لئے وہ باتیں ہر وقت کان میں پڑتی رہتی تھیں۔ مگر اب یہاں ہر طرف احمدی ہی احمدی ہیں۔ اور پرانا لٹریچر بھی احمدی بچوں کے سامنے نہیں آتا۔ اس لئے دشمن کی بات تو پہنچ نہیں سکتی۔ اور اپنے کچھ سناتے نہیں۔ اسلئے تختی کوری کی کوری رہتی ہے۔ دشمن کی بات اس لئے نہیں سن سکتے۔ کہ دوستوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ اور دوست سستی کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ بالکل کورے کے کورے رہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسی صورت میں وہ جوش و خروش کہاں رہ سکتا ہے۔

پس سلسلہ کی تحریکات سے ہر فرد کو واقف کرنا اہم قومی فرائض میں سے ہے۔ میں نے تحریک جدید کے سلسلہ میں

جلسوں کے انعقاد کا اعلان

اس سال کے لئے نہیں کیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا۔ کہ یہ جلسے بھی رسمی ہو کر رہ گئے تھے۔ لوگ شوق سے شریک نہیں ہوتے تھے۔ جہاں ساٹھ ستر احمدی ہوئے۔ ان میں سے چند ایک آ گئے۔ میں غور کر رہا تھا۔ کہ اس نقص کا ازالہ کس طرح کیا جائے۔ چنانچہ اسکی اصلاح کی تجاویز پر غور کرنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا۔ کہ

تحریک جدید کے الگ سکرٹری

ہوں۔ جن کے سامنے خاص یہی کام ہو۔ ایک سکرٹری عام تحریکات کے لئے ہو۔ اور دوسرا سکرٹری چندوں کے لئے ہو۔ اور ان کا فرض ہو۔ کہ اس تحریک سے نہ صرف جماعت کے ہر مرد کو بلکہ عورتوں اور بچوں کو بھی واقف کریں۔ اگرچہ اب تک ساری جماعتوں نے سکرٹری مقرر نہیں کئے۔ مگر ایک معتد بہ حصہ نے سکرٹری مقرر کر دئے ہیں۔ اسلئے اب میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ جولائی کے آخری ہفتہ میں جو اتوار آئے (یہ ۳۱ جولائی کا دن ہوگا) اس میں

تحریک جدید کے جلسے

کئے جائیں۔ اور اس دوران میں متواتر جلسے ہوتے رہیں۔ جن میں اس جلسہ میں لوگوں کو شامل ہونے کے لئے تیار کیا جائے۔ اس عرصہ میں کم سے کم تین جلسے تو ضروری کئے جائیں۔ ایک مردوں کے لئے۔ ایک عورتوں کے لئے۔ اور ایک بچوں کے لئے۔ پس سکرٹریان تحریک جدید کا یہ فرض ہے۔ جس میں اگر دوسرے سکرٹری بھی مدد دیں۔ تو وہ بھی ثواب میں شریک ہو جائیں گے۔ کہ اس بڑے جلسہ تک کم سے کم تین جلسے ایسے کرا دیں جن میں سے ایک خالص عورتوں کے لئے ایک خالص مردوں کے لئے اور ایک خالص بچوں کے لئے ہو۔ اور ان میں علیحدہ علیحدہ وہ حصے بیان کئے جائیں جو ان سے تعلق رکھتے ہوں۔

اگر زیادہ جلسے ہو سکیں تو اور بھی اچھا ہے

جب جماعت کے ان تینوں حصوں کو اچھی طرح تحریک جدید کی ان اغراض سے واقف کر دیا جائے گا۔ تو پھر بڑا جلسہ کیا جائے۔ اور اس صورت میں امید ہے کہ جماعت کے تمام افراد میں خاص جوش پیدا ہو چکا ہوگا۔ اور وہ اسکی اہمیت سمجھ لینے کی وجہ سے خاص طور پر اس میں حصہ لینے کے لئے تیار ہوں گے۔ اور اس آخری بڑے جلسہ کا جو خواہ مرد عورت کا بالالتزام پردہ مشترک ہو۔ یا الگ الگ بہت فائدہ ہوگا۔ اب تو یہ حالت ہے۔ کہ مثلاً جن باتوں کا تعلق عورتوں سے ہے۔ ہم ان پر زور نہیں دے سکتے۔ کیونکہ مردوں نے ان کو اطلاع بھی نہیں دی۔

سادہ زندگی

اختیار کرنے اور اسراف سے بچنے میں عورتیں بہت بڑی روک ہوتی ہیں۔ اور اگر ہم نے دنیا میں اسلام کے صحیح نقش و نگار کو قائم کرنا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ سب روکوں کو دور کریں۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ چونکہ ہماری جماعت کی

عورتوں اور بچوں کی تربیت صحیح رنگ میں

نہیں ہوتی۔ اس لئے مرد جب کوئی کام کرنے لگتے ہیں۔ وہ ان کے رستہ میں روک ہو جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض عورتیں مردوں سے بھی بڑھی ہوئی ہیں۔ بلکہ بعض میرے پاس شکایتیں کرتی رہتی ہیں۔ کہ ہمارے مرد سست ہیں۔ فلاں مرد نماز نہیں پڑھتا۔ فلاں چندہ میں سست ہے۔ اور ان میں

مردوں سے بھی زیادہ اخلاص

ہے۔ یہ عورتیں اللہ تعالےٰ کے دفتر میں یقیناً اپنے مردوں سے افضل ہیں۔ اور ان کے مرد خدا تعالےٰ کے دفتر میں ان کی رعایا ہیں۔ اور جبراً ان سے وصول کر کے دیتی ہیں۔

پس عورتوں اور بچوں کی تربیت اگر صحیح رنگ میں کی جائے۔ تو بہت اچھے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے میری تجویز ہے۔ کہ

آج سے لیکر جولائی کے آخری ہفتہ تک

قادیان کی بھی اور بیرونجات کی بھی تمام جماعتیں جلسے کریں۔ اور تحریک جدید کے مطالبات کی طرف مردوں عورتوں اور بچوں کو متوجہ کریں۔ اور جنہوں نے چندے لکھوائے ہوئے ہیں۔ ان کو تحریک کریں۔ کہ فوراً ان کو ادا کریں۔ بلکہ کوشش کریں۔ کہ اس جلسہ تک تمام چندے ادا ہو جائیں۔ اور جنہوں نے گذشتہ وعدے پورے نہیں کئے۔ ان کو تحریک کریں۔ کہ وہ آئندہ ہی پورے کریں۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے

ہمیشہ کھلے ہیں۔ اگر کسی نے پہلے سستی کی ہے۔ تو وہ آئندہ اس کا ازالہ کر کے آگے بڑھ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ پیچھے آئے۔ مگر بہتوں سے آگے نکل گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی حضرت علی رضؓ۔ حضرت عثمان رضؓ۔ حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر پہلے ایمان لا چکے تھے۔ اور حضرت عمر رضؓ بعد میں لائے۔ مگر سب سے آگے بڑھ گئے۔

پس اگر کسی کے اندر سچی توبہ اور حقیقی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ تو وہ اپنی گذشتہ سستیوں اور غفلتوں کا ازالہ کر سکتا ہے۔ ہاں اس کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے دل کا خون کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر چند گھنٹوں کے لئے بھی کوئی دل کو خون کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

پس مت خیال کرو۔ کہ جو گذشتہ سالوں میں اس تحریک میں حصہ نہیں لے سکے۔ ان کے لئے رحمت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

جو شخص نیکی کو شروع کر کے آخر تک لے جاتا ہے۔ یا جو درمیان سے شامل ہو کر آخر تک ساتھ جاتا ہے۔ وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ ناکام وہی ہوتا ہے۔ جو رستہ میں چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے شخص سے اللہ تعالےٰ بھی کہتا ہے۔ کہ تم نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اس لئے ہم تمہیں چھوڑتے ہیں۔ مگر جو دیر سے آتا ہے۔ اور توبہ کرتا اور کوشش کرتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے مل سکے۔ وہ ضائع نہیں کیا جاتا۔

حضرت مسیح ناصری نے اس کے لئے کیا اچھی مثال دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ ان میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا۔ کہ اے باپ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مال کا وہ حصہ جو مجھ کو پہنچتا ہے۔ مجھے دے۔ اس نے اپنا مال متاع انہیں بانٹ دیا۔ اور بہت دن نہ گزرے۔ کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کچھ جمع کرکے دور دراز ملک کو روانہ ہوا۔ اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اڑا دیا۔ اور جب سب کچھ خرچ کر چکا۔ تو اس ملک میں سخت کال پڑا۔ اور وہ محتاج ہونے لگا۔ پھر اس ملک کے ایک باشندے کے ہاں جا پڑا۔ اس نے اسکو اپنے کھیتوں میں سؤر چرانے بھیجا۔ اور اسے آرزو تھی۔ کہ جو پھلیاں سؤر کھاتے تھے۔ انہیں سے اپنا پیٹ بھرے مگر کوئی اسے نہ دیتا تھا۔ پھر اس نے ہوش میں آکر کہا۔ کہ میرے باپ کے کتنے ہی مزدوروں کو روٹی افراط سے ملتی ہے۔ اور میں یہاں بھوکا مر رہا ہوں۔ میں اٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤنگا۔ اور اس سے کہوں گا۔ کہ اے باپ میں آسمان کا اور تیری نظر میں گنہگار ہوا۔ اب اس لائق نہیں رہا۔ کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ مجھے اپنے مزدوروں جیسا کرلے۔ پھر وہ اٹھ کر اپنے باپ کے پاس چلا۔ وہ ابھی دور ہی تھا۔ کہ اسے دیکھ کر اس کے باپ کو ترس آیا۔ اور دوڑ کر اسکو گلے لگا لیا۔ اور بوسے لئے۔ اپنے نوکروں سے کہا۔ کہ اچھے سے اچھا جامہ جلد نکال کر اسے پہناؤ۔ اور اس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتی پہناؤ۔ اور پلے ہوئے بچھڑے کو لاکر ذبح کرو۔ تاکہ ہم کھا کر خوشی منائیں۔ کیونکہ یہ میرا بیٹا مردہ تھا۔ اب زندہ ہوا۔ کھویا ہوا تھا۔ اب ملا ہے۔ پس وہ خوشی منانے لگے۔ لیکن اس کا بڑا بیٹا کھیت میں تھا۔ جب وہ آکر گھر کے نزدیک پہنچا۔ تو گانے بجانے اور ناچنے کی آواز سنی۔ اور ایک نوکر کو بلا کر دریافت کرنے لگا۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے اس سے کہا کہ تیرا بھائی آگیا ہے۔ اور تیرے باپ نے پلا ہوا بچھڑا ذبح کرایا ہے۔ اسلئے کہ اسے بھلا چنگا پایا۔ وہ غصے ہوا۔ اور اندر جانا نہ چاہا۔ مگر اس کا باپ باہر جا کر اسے منانے لگا۔ اس نے اپنے باپ سے جواب میں کہا۔ کہ دیکھ اتنے برس سے میں تیری خدمت کرتا ہوں۔ اور کبھی تیری حکم عدولی نہیں کی۔ مگر مجھے تو نے کبھی ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی مناتا۔ لیکن جب تیرا یہ بیٹا آیا۔ جس نے تیرا مال کسبیوں میں اڑا دیا۔ تو اس کے لئے تو نے پلا ہوا بچھڑا ذبح کیا۔ اس نے اس سے کہا۔ کہ بیٹا تو تو ہمیشہ میرے پاس ہے۔ اور جو کچھ میرا ہے۔ وہ تیرا ہی ہے۔ لیکن خوشی منانی اور شادمان ہونا مناسب تھا۔ کیونکہ تیرا یہ بھائی مردہ تھا۔ اب زندہ ہوا۔ کھویا ہوا تھا۔ اب ملا ہے"۔ (لوقا باب ۱۵ آیت ۱۱ تا ۳۳)

اس میں حضرت مسیح علیہ السلام بتاتے ہیں۔ کہ اے لوگو جو گنہگار توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ اس کے لئے ویسی ہی خوشی دکھاتا ہے۔ جیسی اس باپ نے دکھائی تھی۔ اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی

رحمت اور شفقت کی نہایت لطیف مثال

ہے۔ لوگ آنے والے کو طعنہ دیتے ہیں۔ کہ جھک مار کر واپس آگیا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ کم بخت جب طاقت اور ہمت تھی۔ اس وقت تو ساتھ نہ دیا۔ اور اب آیا ہے۔ لیکن جب کوئی گنہگار توبہ کرکے اللہ تعالےٰ کے حضور آئے۔ تو وہ اسے یاد بھی نہیں دلاتا کہ تم نے کیا کیا قصور کئے تھے۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔ کہ اس کا کھویا ہوا بندہ واپس آیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں اس کا نام غفار ستار اور مکفر عن السیئات آیا ہے۔ غفار کے معنے ہیں۔ کہ وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور سزا نہیں دیتا۔ ستار کے معنے ہیں۔ کہ وہ بندے کے گناہوں کو بعد میں یاد بھی نہیں دلاتا۔ اور مکفر کے معنی ہیں۔ کہ مستقبل میں گناہوں کے بد نتائج کو بھی مٹا ڈالتا ہے۔

مثلاً ایک شخص نے ایسی روٹی کھائی۔ کہ جس کے نتیجہ میں اس کے پیٹ میں درد ہونے والا ہے۔ تو وہ اگر توبہ کرے۔ تو خدا تعالےٰ ان نتائج کو مٹا دیتا ہے۔ جو اس روٹی سے نکلنے والے تھے۔ اور انسان کے گذشتہ گناہوں کو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالےٰ خود یاد نہیں دلاتا۔ بلکہ دوسرے جن انسانوں کو ان کا علم ہوتا ہے۔ ان کے دلوں سے بھی ان کو مٹا دیتا ہے۔ پس تم مت خیال کرو۔ کہ تم سے پہلے کوتاہی ہوئی ہے۔ اگر تم سچی توبہ کروگے تو اللہ تعالےٰ اسے سب بھلا دے گا۔ بلکہ دوسرے جاننے والوں کے دلوں سے بھی مٹا دیگا۔ پس

دوست جولائی کے آخری اتوار تک جلسے کریں

عورتوں۔ بچوں اور مردوں کا کم سے کم ایک ایک جلسہ ضرور کیا جائے۔ جن میں تحریک جدید کے چندہ نیز دوسرے مقاصد کے متعلق کھولکر بیان کیا جائے۔ اور پھر کوشش کی جائے کہ اس جلسہ تک چندہ کا بہت سا حصہ جمع ہو جائے۔ احباب نے شروع شروع میں چندوں کی ادائیگی میں سستی کی تھی۔ مگر میرے اعلانوں کے نتیجہ میں بہت حد تک چندے ادا ہوگئے ہیں۔ سیکرٹریان تحریک جدید کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اب ان کی ذمہ واری کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ تو اب صرف نام سے نہیں۔ بلکہ کام سے ہوتا ہے۔ اسلئے کوشش سے کام کریں۔ اور کم سے کم ایک ایک جلسہ عورتوں مردوں اور بچوں کا کرا دیں۔ جس میں تحریک جدید کے

تمام شعبے کھول کھول کر بیان کئے جائیں

اور پھر جولائی کے آخر میں جو جلسہ ہو۔ وہ رسمی نہ ہو۔ بلکہ حقیقی ہو۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ پچھلے جلسے قادیان میں بھی رسمی ہوتے رہے ہیں۔ اور بہت کم لوگ شامل ہوتے رہے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے تھا۔ کہ بیرونجات سے بھی لوگ شامل کئے جاتے اور قادیان کے بھی سب دوست شامل ہوتے اب میں امید کرتا ہوں۔ کہ اب

باہر کے بھی اور قادیان کے دوست بھی

اس کوتاہی کو دور کریں گے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے لئے خدمت کا یہ موقعہ ہے۔ اس کے والنٹیر لوگوں کے گھروں میں جائیں۔ اور مردوں اور بچوں کو شریک کریں۔ اور لجنہ اماء اللہ عورتوں میں تحریک کرے۔ اور سب کوشش کریں۔ کہ یہ جلسے بہتر سے بہتر صورت میں ہوں۔ اور ہر احمدی تک یہ پیغام پہنچ جائے۔ تاکوئی نہ کہہ سکے۔ کہ مجھے پتہ نہیں تھا۔ ابھی سفر سندھ کے دوران میں مجھے بعض خطوط ملے۔ جن میں ذکر تھا۔ کہ ہمیں تو چار سال میں تحریک جدید کا علم بھی نہیں ہوا۔ اور جب ہم ایک چھوٹی سی جماعت تک بھی یہ پیغام نہیں پہنچا سکے۔ تو ساری دنیا تک کس طرح پہنچائیں گے۔ پس ضروری ہے۔ کہ

ہر ایک کو پوری طرح واقف کر دیا جائے

تا عمل کرنے کی روح پیدا ہو سکے۔ اور آخری جلسہ میں لوگوں سے اس عہد کی تجدید کرائی جائے کہ وہ اسلامی تعلیم کے ماتحت اپنی زندگیاں بسر کریں گے۔ اور اپنے وعدے پورے کریں گے۔ تجدید عہد رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور صوفیاء سے ثابت ہے۔ جسے بیعت ارشاد کہا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی دفعہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ دوبارہ بیعت کرلو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے بعض لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے ستر ستر اور سَو سَو مرتبہ بیعت کی۔ یعنی جب بھی موقعہ ملتا۔ وہ شامل ہو جاتے تو تجدید عہد خوبی کی بات ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ دوست اس ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں جماعت کے اندر نئی بیداری اور نئی روح پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ عہدیداران کے بھی امتحان کا وقت ہے اور مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبروں کا بھی اور باقی جماعت کا بھی۔ آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی توفیق دے۔ کہ میں سچائیوں کو کھول کھول کر بیان کرسکوں اور جماعت کو بھی توفیق دے۔ کہ ان کو قبول کر سکے۔ اور ان پر عمل کر سکے۔ آمین۔

(الفضل)

مطالبہ وقف رخصت تحریک جدید

جملہ احباب جماعت اور خصوصاً ان اصحاب کی خدمت میں بطور یاد دہانی عرض ہے۔ کہ جن کو اللہ تعالےٰ خطبہ جمعہ کے لئے کھڑا ہونے کی توفیق دے۔ کہ وہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشاد کے بموجب مطالبات تحریک جدید سے احباب جماعت کو اطلاع دیں۔

اس بارہ میں مزید یہ عرض ہے۔ کہ چونکہ ان دنوں مرکز ہائے تبلیغی تحریک جدید میں مجاہدین کی شدید ضرورت ہے لہٰذا اس امر پر خاص طور پر زور دیا جاوے۔ کہ احباب جس قدر عرصہ بھی وقف کر سکیں۔ وقف کریں۔ اور دفتر تحریک جدید کو مطلع فرمادیں۔ تاکہ ان کے حسب حال ان کے لئے مقام تجویز کیا جاوے ان ایام میں زمیندار اصحاب بھی ایک حد تک فارغ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بھی نادر موقع ہے۔ اور شہری حضرات بھی اس صورت میں علاوہ ثواب کے دیہاتی زندگی کا لطف حاصل کر سکیں گے۔ امید ہے۔ کہ احباب اس سال بھی اس جوش و خروش اور اخلاص سے اس مطالبہ میں حصہ لیں گے۔ کہ جس طرح اس سے پہلے گذشتہ سالوں میں لیتے رہے ہیں۔

انچارج تحریک جدید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن

امر جامع

اخبار اہلحدیث (۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء) میں اس بات پر بحث کی گئی ہے۔ کہ وہ کونسی چیز ہے۔ جس کے ذریعہ ساری دنیا کے لوگ یا کم از کم سب فرقوں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی امر جامع کیا ہے؟ مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے پیغام صلح میں اشاعت قرآن کو امر جامع قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ سب مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس امر پر جمع ہو جائیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی اس بات میں ان کی تائید کرتے ہیں۔ مگر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اگر یہی بات صحیح ہے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے لئے کیوں کہا جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہر دو صاحبان (مولوی محمد علی اور مولوی ثناء اللہ صاحب) جس چیز کو امر جامع قرار دے رہے ہیں۔ اور جس کی اتباع کا انہیں دعوی ہے۔ اسی کو غور اور تدبر سے نہیں دیکھتے۔ مولوی محمد علی صاحب جس چیز کو امر جامع قرار دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ انہوں نے قرآن شریف کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی شاید اس امر میں اسیلئے ان کے ساتھ اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ تا ان کی تفسیر ثنائی کے قدردان پیدا ہوں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہر دو صاحبان باوجود مفسر کہلانے کے نکتہ مرکزیہ پر جو جملہ مسلمانان عالم کے لئے باعث اتحاد اور امر جامع اور نہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی بلکہ روئے زمین کے لوگوں کے لئے امر جامع ہو۔ اور سب دنیا کو ایک جگہ جمع کر دے۔ اور تمام نفوس انسانیہ کو ایک ہی سلک میں منسلک کر دے۔ نہیں سمجھے۔ یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر یہ ہر دو اصحاب قرآن شریف پر غور کریں۔ اور تمام قصص و واقعات انبیاء کو ملاحظہ فرمائیں۔ تو قرآن شریف سے ہی صاف طور پر معلوم ہوگا۔ کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کسی قوم میں وحدت و اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو کوئی کتاب آسمان سے نازل نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں جب کسی قوم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اور فسق و فجور اس میں آجاتا ہے یا الٰہی تعلیم پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے کسی نبی کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ اور وہی آکر ان سب کو ایک ہاتھ پر اور ایک دین واحد پر جمع کرتا ہے۔ کیا ہر دو مولوی صاحبان اس بات کو نہیں جانتے۔ کہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرنے والی توریت نہ تھی۔ بلکہ خدا کا ایک نبی۔ اور کل اقوام عالم کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کے لئے صرف قرآن شریف ہی نازل نہ کیا گیا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مبعوث کیا گیا۔ تا دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کیا جائے۔ اور آپ کے بعد آپ کی امت میں بنی اسرائیل کی طرح وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا انبلا کر استخلاف کو امر جامع قرار دیا گیا ہے۔ پس جب قدیم سے الٰہی سلسلے اسی سنت اور منہاج پر قائم ہیں۔ کہ کتاب کسی کو ایک ہاتھ پر جمع نہیں کرتی۔ بلکہ ایک امام سب کو ایک ہاتھ پر جمع کرتا ہے۔ اور کتاب کو بطور ایک قانون کے باقی چھوڑ جاتا ہے اور پھر جب کسی زمانہ میں اس کتاب پر سے عمل جاتا رہتا ہے۔ تو پھر ایک نبی مبعوث کیا جاتا ہے۔ تو نہ معلوم ان ہر دو صاحبان نے باوجود مفسر کہلانے کے کیوں اس نکتہ مرکزیہ کو یاد نہ رکھا۔ اور اس مرکز وحدت کو جسے نبی کہا جاتا ہے۔ ترک کر دیا۔ اور ایک مفسر (مولوی محمد علی صاحب) نے یونہی جماعت احمدیہ پر طعنہ زنی کی۔ اور دوسرے مفسر (مولوی ثناء اللہ صاحب) نے غلط فہمی سے یہ لکھ دیا۔ کہ کیوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی صداقت کو بالوضاحت اپنی تصانیف میں درج کرتے رہے۔ پس ہر دو مفسر مولوی صاحبان کو چاہیئے۔ کہ وہ قرآن شریف پر غور کریں۔ جس کے مفسر ہونے کے وہ مدعی ہیں۔ کہ کیا کوئی قوم کسی کتاب پر جمع ہوتی رہی۔ یا خدا کا کوئی نبی ان کو ایک ہاتھ پر جمع کرتا رہا۔ اور ان کے لئے کتاب بطور دستور العمل چھوڑ جاتا ہے۔

ضروری ہے۔ کہ یہاں مولوی محمد علی صاحب کی ایک غلط فہمی کا بھی اظہار کیا جائے۔ مولوی صاحب ہمیشہ اس امر پر زور دیتے رہے ہیں۔ کہ سب مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اشاعت قرآن کریم میں (یعنی اس کے تراجم اور تفاسیر مختلف زبانوں میں شائع کریں) لگ جائیں۔ اس سے سب مسلمانوں کے اندر اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ مگر ہماری سمجھ سے یہ بات بالکل بالاتر ہے۔ کہ کس طرح تفاسیر اور تراجم سے حفاظت اسلام ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں کا ہر فرقہ مثلاً چکڑالوی مختلف زبانوں میں قرآن شریف کا ترجمہ شائع کریں۔ اور اپنے خیالات کی اشاعت کریں۔ اور اسی طرح اہل سنت۔ اہل حدیث۔ شیعہ۔ اور نیچری اپنے عقائد کا ان میں اظہار کریں۔ اور مسیح کی حیات اور اپنے عجوبوں کو قرآن شریف میں درج کریں۔ اور خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کی اشاعت کریں۔ تو مولوی محمد علی صاحب بتلائیں۔ کہ کیا اس طرح حفاظت و اشاعت اسلام ہوگی۔ یا اسلام کی جڑوں پر ہر ہر فرقہ تبر چلائے گا۔ اور اسکی اشاعت میں ایک سدراہ بنے گا۔ یا مولوی محمد علی صاحب کا یہ مقصد ہے۔ کہ ان کے ترجمہ کو ہی دنیا میں شائع کیا جائے۔ اور یہی تو یہی نظر آتا ہے۔ کہ پس پردہ یہی بات ہے۔ ورنہ مولوی صاحب کا بھی ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہو سکتا۔ کہ باقی فرق کی تفاسیر سے اشاعت اسلام ہو سکتی ہے۔ امید ہے۔ کہ مولوی صاحب اس امر پر کسی وقت روشنی ڈالیں گے۔

(۲)

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک گذشتہ خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ کہ:-

"جماعت (احمدیہ) اب ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے۔ کہ بعض حکومتیں بھی اسے ڈر یا اہمیت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔ اور قومیں بھی اسے ڈر یا اہمیت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔" (الفضل ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

اس ارشاد پر جو حقائق اور واقعات پر مبنی حق محض ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جواب من نعمرہ ننکسہ فی الخلق کے مصداق ہو چکے ہیں۔ اور لکی لا یعلم بعد علم شیئاً کی منازل طے کر رہے ہیں۔ اب اپنے اس علم سے جس کی وجہ سے وہ بڑی شان سے لکھا کرتے تھے۔ "مولوی فاضل ثناء اللہ" بالکل بے بہرہ اور لایعقل ہو چکے ہیں عقل و خرد اور علم کو بالائے طاق رکھ کر لکھتے ہیں:-

"یہ ایک تشبیہ ہے۔ جو مبالغے کی وجہ سے استعارہ تک پہنچ گئی ہے"۔

(اہلحدیث ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں گے۔ کہ ہر شخص جو ادنےٰ علم رکھتا ہے۔ وہ "مولوی فاضل صاحب" کی اس بات کو سنکر بے اختیار ہنس پڑے گا۔ اور بے اختیار کہے گا۔ کہ کیا یہ علم کے مدعی تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ جو تشبیہ اور استعارہ کے الفاظ تو جانتے ہیں۔ مگر ان کا مفہوم تک سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بھلا! اس عبارت میں کہاں ہے تشبیہ۔ اور کہاں ہے استعارہ۔ ایک حقیقت ہے۔ جس کا کھلے الفاظ میں اظہار ہے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ قومیں جماعت احمدیہ کو اہمیت یا ڈر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں؟ اگر انکار کرو۔ اور کہو۔ کہ کوئی قوم بھی بالکل جماعت احمدیہ سے نہیں ڈرتی۔ تو پھر بتلایا جائے۔ کہ اگر جماعت احمدیہ بالکل کوئی حیثیت یا طاقت نہیں رکھتی۔ تو یہ احرار اشرار اور پھر ان کے ساتھ سب قوموں کی متفقہ مخالفت اور اس جماعت کو صفحہ ہستی سے ملیامیٹ کرنے کے تہیے کیسے؟ اگر اس جماعت کو کوئی حقیقت حاصل ہی نہیں۔ تو باقی اخبارات کا ذکر تو الگ رہا: آپ کا اہلحدیث ہی کیوں "قادیانی مشن" اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور پھر جب اس جماعت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ تو آپ کے اور جو بہت سے "فاتح قادیان" ہونے کے مدعی ہیں۔ اس میں کونسی بہادری ہے۔ اور پھر کیا آپ۔ اور آپ کے علماء اور پیر اور گدی نشین جو رات دن جماعت احمدیہ کے خلاف جگہ بجگہ لیکچر دیتے اور گلے پھاڑتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ بے وقوف ہیں؟ اور آپ کے اخبارات اور احراریوں کے شعبہ ہائے تبلیغ اور اہلحدیث کا شعبہ تبلیغ جو دن رات جماعت احمدیہ کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ پاگل ہیں؟ پس اس سے دو باتیں عیاں ہیں۔ یا تو یہ سب لوگ بے وقوف مجنون اور پاگل ہیں۔ اور یا فی الواقعہ جماعت احمدیہ کو کوئی اہمیت حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے قومیں اور جماعتیں اپنے قیام اور بقا کے لئے یہ جدوجہد کر رہی ہیں۔ وھذا ھو الحق۔

باقی آپ نے اپنی کجروی کا ایک یہ بھی ثبوت دیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے متعلق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی مضمون میں (ریویو ستمبر ۱۹۱۷ء) کی یہ عبارت لکھ کر

"زارِ روس کا عصا، آپ (حضرت مسیح موعود ع) کے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روس کے ملک میں احمدیت کثرت سے پھیل جائیگی۔ حتّٰی کہ وہ حکومت ہی احمدی ہو جائیگی"

لکھا ہے۔ "اس بیان میں احمدی جماعت کو روسیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بلکہ استعارہ کیا گیا ہے۔ تشبیہ کس امر میں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ لامذہبیت وغیرہ وغیرہ"

یہ بھی آپ کے ناقص العلم والعقل اور ناکس فی الخلق ہونے کا ثبوت ہے۔ یہاں کہاں ہے تشبیہ؟ یا اس کے لوازمات۔ کاش کچھ علم ہوتا۔ یا عقل ہوتی۔ تو یہ پاگلانہ اعتراض نہ کرتے۔ کہ تشبیہ کس امر میں ہے یہاں جب تشبیہ ہے ہی نہیں۔ تو اس کے لوازمات کہاں ہوں۔ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ روس کی حکومت احمدی ہو جائیگی۔ پس اس میں تشبیہ کیسی؟

(۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور احیاء اسلام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں (اہلحدیث ۲۰ رمئی ۱۹۳۸ء) کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام احیاء اسلام کے لئے تشریف لائے تھے۔ تو اول تو حسب بیان حضرت اقدس مندرجہ لیکچر سیالکوٹ صٹ عمر دنیا کا دورِ ہفتم یعنی پیدائش آدم سے ساتواں ہزار سال چڑھ چکا تھا۔ جسے حضرت اقدس نے خود دورِ ہدایت قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ کے دعویٰ کے بعد عیسائی زیادہ ہو گئے۔ کہ براہین احمدیہ کے اندر آپ نے ان کی تعداد پانچ لاکھ لکھی ہے۔ اور موجودہ مردم شماری کی رو سے ان کی تعداد قریباً باسٹھ ترسیٹھ لاکھ ہے اور پھر کئی کتابیں تکذیب اسلام پر لکھی گئی ہیں۔ اور پھر مسلمان بھی ہر لحاظ سے تنزل اور پستی کے گڑھے میں گر رہے ہیں پس احیاء اسلام کہاں ہوا؟ اور آخر میں دعویٰ کیا ہے۔ کہ "ہم ساری جماعت مرزائیہ سے اقوال مرزا کے زیادہ حافظ ہیں۔ اس لئے ہم نے بارہا ان لوگوں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے متعلق مضمون لکھ کر ہمیں دکھلا لیا کریں"۔

ان کا یہ دعویٰ اس قدر جھوٹا اور پُر از فریب ہے۔ کہ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور اسی ایک بات سے ان کے دعویٰ "حفظ اقوال مرزا صاحب" کی قلعی کھل جائیگی۔ میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے صرف احیاء اسلام (اس مضمون میں احیاء اسلام سے مراد اسلام کا ساری دنیا میں پھیلنا اور مسلمانوں کا پھر دوبارہ حقیقی مسلمان ہونا مراد ہے ورنہ اسلام کا احیاء تو حضرت مسیح موعود ع کے ذریعہ ہو چکا۔ محمد شریف) کا دعویٰ ہی پڑھا ہے۔ یا اس احیاء اسلام کی مدت بھی پڑھی ہے۔ اگر پڑھی ہے۔ اور آپ کا دعویٰ حفظ کہتا ہے۔ کہ ضرور پڑھی ہوگی۔ تو پھر یا تو آپ نے یہ جھوٹ بولا۔ کہ اسی وقت احیاء اسلام ہونا چاہیئے تھا۔ اور یا "دروغگورا حافظہ نباشد" کے ماتحت وہ بھول گئی ہوگی۔ اور یا یحرفون الکلم عن مواضعہ کے ماتحت اسے عمداً چھوڑ دیا ہوگا۔ بہرحال جو صورت بھی ہو۔ اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ حافظ لٹریچر احمدیت ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ:۔

"اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہوگی۔ کہ عیسےٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ (نزول مسیح من السماء) کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا۔ اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں۔ جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

پس جب آپ نے احیاء اسلام کے لئے تین صدیوں کی مدت مقرر کر دی۔ تو پھر قبل از تکمیل مدت یہ اعتراض کرنا کہ کیوں اس وقت تک احیاء اسلام کی تکمیل نہیں ہوئی۔ بالکل بیہودہ اور بے سود ہے۔

پس مولوی صاحب کا یہ اعتراض کرنا ہی ثابت کرتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حقیقتاً تو "حافظ اقوال مرزا صاحب" نہیں۔ بلکہ "حافظ" ضرور ہیں۔ لاغیر۔

باقی رہا یہ کہ یہ زمانہ ضلالت کا نہ تھا۔ بلکہ دورِ ہفتم دورِ ہدایت ہے۔ تو یہ بھی درست ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ اسلئے ہدایت کا زمانہ ہے۔ کہ اس میں انوار و برکات آسمانی مسیح موعود کے ذریعہ پھیلیں گے۔ اور مسیح موعود کا اس ہزار میں مبعوث ہونا ہی بتلاتا ہے۔ کہ وہ گمراہی جو ایک ہزار سال سے پھیلتی آ رہی تھی۔ اس کا خاتمہ کیا جائیگا۔ ورنہ اس کا یہ مطلب کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اس دور میں سب نیک اور ہدایت یافتہ ہی لوگ ہیں۔ پس اگر ہفتم ہزار میں مسیح موعودؑ کی بعثت کو عبث قرار دیا جائے۔ تو اس طرح ہزار پنجم میں (جو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا دور تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت کو بھی مولوی صاحب کو عبث قرار دینا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بھی تو دور ہدایت تھا۔

باقی رہا عیسائیوں کی مردم شماری کا بڑھ جانا۔ تو یہ کونسی قابل اعتراض بات ہے اس زمانہ میں تو ساری دنیا کے مسلمانوں کی تعداد بھی مردم شماری کے لحاظ سے چالیس کروڑ بتلائی گئی تھی۔ مگر اب نوّے کروڑ بتلائی جاتی ہے۔ سوال تو عیسائی ہونے والوں کا ہے۔ اس زمانہ میں عیسائی ہونے والے آپ جیسے عالم و فاضل عماد الدین۔ فتح مسیح۔ احمد مسیح اور بڑے بڑے رؤسا و مثل عبداللہ آتھم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (جن کا حضرت اقدس نے براہین احمدیہ (انعامی دس ہزار روپیہ) اور نور الحق (انعامی پانچ ہزار روپیہ) جیسی کتابیں لکھ کر حقیقت کا اظہار کر دیا۔ اور آتھم کو مغلوب کر کے قبر میں اتار دیا) عیسائی ہوئے تھے۔ مگر اب جن عیسائیوں کی مردم شماری کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ وہ سب ہی کالی بھیڑیں ہیں۔ پس سه

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اور آپ کو تو دور جانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ آپ تو امرتسر شہر سے ہی اندازہ لگا سکتے۔ کہ عیسائی کم ہوئے ہیں یا زیادہ۔ اگر ۱۸۹۳ء کی طرح آپ کے ہر گلی و کوچہ میں مناد زیادہ ہو گئے تھے۔ تو سمجھ لیتے۔ کہ عیسائی زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور اگر بالکل منادوں کا خاتمہ ہی ہو گیا تھا۔ تو سمجھ سکتے تھے۔ کہ احیاء اسلام ہو چکا۔ اس میں مشکل کونسی تھی؟

(۳) باقی آپ کا مسلمانوں کے ہر لحاظ سے تنزل کو پیش کرنا۔ تو یہ بھی آپ کے قصور فہم پر دال ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب اگر (جنکو آپ نے پیش کیا ہے) مسلمان ہیں۔ تو ان کا تنزل کیسا۔ کیونکہ مومنوں کا تنزل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کزرعٍ اخرج شطأہٗ فآزرہٗ فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہٖ یعجب الزراع (سورہ فتح ع آخر) شاہد ناطق ہے۔ اور کیا یہ مسلمان ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین کے مصداق ہیں۔ اور کیا یہ لوگ المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ و لسانہٖ کے لحاظ سے بھی مسلمان ہیں۔ پس جب یہ آپ کے پیش کردہ لوگ اس معیار پر پورے اترتے ہی نہیں۔ تو پھر اگر ان کا تنزل نہ ہو۔ تو اور کیا ہو۔ ہاں بلکہ آپ کو تو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نبی کے نزول کے بعد جو باساء اور ضرّاء کا دور دورہ منکروں پر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اس اصول قرآنی سے باہر رہ جائیں گے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تو خیال کریں۔ کہ کیا یہ مسلمان مسیح موعود کے منکر بن کر مغضوب علیہم نہیں بنے۔ پس جب آپ لوگ مسیح موعودؑ کے منکر ہو کر خود مغضوب علیہم بنے۔ تو اب ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق ہونے پر آپ چیخ و پکار کیوں کرتے ہیں۔ پس مولوی صاحب! حقیقی راہ یہی ہے۔ کہ اگر آپ لوگ اب اس سزا سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو دامن مسیح ع کا پکڑنا نہایت ضروری ہے۔ اب اگر آپ دامن مسیح سے وابستہ نہیں ہونگے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ انعمت علیہم میں شامل ہونے والوں کی تو فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ کے ذریعہ امداد کریگا۔ اور آپ وما للظالمین من انصار کے مصداق ہو کر پکارتے ہی رہیں گے وما دعٰؤ الکافرین الا فی ضلال۔ جواب سنیں گے۔ پس اب آپ کا فرض ہے۔ کہ نصوص قرآنیہ صریحہ کو مدنظر رکھتے ہوئے خود بھی اور اہلحدیث کو بھی یہی منادی سنائیں کہ اس وقت الامام جنۃ یقاتل من ورائہٖ کا زمانہ ہے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

(خاکسار چودھری محمد شریف مولوی فاضل قادیان)

کمال ڈیرہ علاقہ سندھ کے ایک مباہلہ کا نتیجہ

۱۹ دسمبر ۱۹۳۷ء کو کمال ڈیرہ میں مباہلہ ہوا تھا۔ جس کا اعلان فاروق میں کیا گیا تھا۔ عطا محمد جو کہ سخت مخالف تھا۔ اور مباہلہ میں تھا۔ ۲۱ دن تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر آج ۱۹ رجون کو فوت ہو گیا۔ الحمد للہ اس سے پہلے محمد الیاس کی والدہ اور نبی بخش کی لڑکی فوت ہو چکی ہے۔ اس مباہلہ کے لئے دوست باقاعدہ درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ باقی مخالفوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ یا پھر اپنے پیارے مرسل کی صداقت کا زبردست نشان دوسرے رنگ میں دکھلائے۔ (خاکسار حکیم محمد موسیٰ سیکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ کمال ڈیرہ سندھ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیاسیات

مسٹر جناح اور پنڈت جواہر لال نہرو کی خط و کتابت

بمبئی۔ ۱۱ر جون۔ یونائیٹڈ پریس اب اس پوزیشن میں ہے۔ کہ مسٹر جناح اور سبھاش بابو کے درمیان اتحاد کی گفت و شنید شروع ہونے سے پیشتر پنڈت جواہر لال اور مسٹر جناح کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اسے شائع کر سکے۔ کانگرس لیگ گفت و شنید کے بنیادی امور پر خط و کتابت کافی روشنی ڈالتی ہے۔

نہرو کا خط جناح کے نام

واردھا۔ ۴ر فروری۔ ڈیر مسٹر جناح۔ آپ کا ۲۵ر جنوری کا لکھا ہوا خط یکم فروری کو الہ آباد پہنچا۔ مگر میں وہاں سے روانہ ہو چکا تھا۔ الہ آباد سے یہ خط واردھا بھیجا گیا تھا۔ جو مجھے کل یہاں ملا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میرے گذشتہ خط کا سمجھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا۔ وہ خط لکھنے سے میرا مطلب یہ تھا۔ جیسا کہ میں نے اسی خط میں بیان کر دیا تھا۔ کہ وہ کون سے امور ہیں۔ جن پر ہمارا اختلاف اور جن پر ہمارا اتفاق ہے۔ میرا خیال ہے۔ ہمارے درمیان کئی ایسے امور ہیں۔ جن پر ہمارا اختلاف ہے۔ کیونکہ آپ بارہا کانگرس کی پالیسی اور پریکٹس پر نکتہ چینی کرتے رہے ہیں۔ اگر ان اختلافی امور کو ایک جگہ لکھ لیا جائے اور ان کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جائے۔ تو ان پر غور کرنا آسان ہو گا۔ ممکن ہے۔ ان میں سے بعض امور محض خدشے یا اندیشے کی وجہ سے ہی ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ یہ خدشات دور کئے جا سکیں۔ اسی طرح یہ بھی عین ممکن ہے کہ ان امور میں سے بعض بنیادی طور پر اختلافی امور ہوں۔ اور پھر ہم ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ یا کم از کم ٹھیک طور پر یہ معلوم کر سکیں۔ کہ ہمارے درمیان کس حد تک اختلافات ہیں۔ جب کبھی اس بات پر اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ تو اس بات پر غور ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس اختلاف رائے کو معلوم نہ کیا جائے۔ میں اس سلسلے میں چند ایک معمولی معاملات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی وجہ سے ہمارے اندر خدشات یا اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں یا شاید کسی اور تقریر میں عدم تعاون کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ ان ایام میں علی گڑھ یونیورسٹی کو بند کرنا پڑا۔ اور اس سے بہت سے لوگوں نے عدم تعاون کیا۔ مگر بنارس یونیورسٹی سے ایک شخص نے بھی عدم تعاون نہ کیا۔ مگر امر واقعہ یہ ہے۔ کہ بنارس یونیورسٹی کے طلبا کی ایک بڑی تعداد نے اس سے عدم تعاون کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا۔ کہ ایک غیر سرکاری یونیورسٹی کاشی ودیا پیٹھ کے نام سے بنارس میں قائم کی گئی تھی۔ اسی طرح گاندھی آشرم کھولا گیا۔ یہ دونوں انسٹی ٹیوشنیں ابھی تک موجود ہیں۔ اسی طرح علیگڑھ میں جامعہ ملیہ کا ظہور ہوا۔ اور اب یہ انسٹی ٹیوشن دہلی میں ہے۔ جو کافی ترقی کر رہی ہے

ہندی اردو جھگڑا

آپ نے اپنی تقریروں میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ کانگرس ہندی یا ہندوستانی کو ترجیح دینے اور اردو کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہے میرا خیال ہے۔ کہ آپ کو اس سلسلے میں بالکل غلط اطلاع دی گئی ہے۔ کیونکہ مجھے کانگرس کی کسی ایسی کوشش کا علم نہیں۔ جو اس نے اردو کو نقصان پہنچانے کے لئے کی ہو۔ کچھ عرصہ ہوا۔ میں نے زبان کے سوال پر ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں کانگرس کے نقطۂ نگاہ کی ترجمانی کی گئی تھی۔ اس مضمون کی مہاتما گاندھی اور ان لوگوں نے جن کا کانگرس سے کوئی تعلق نہیں۔ تائید کی تھی۔ اس مضمون کی تائید کرنے والے وہ لوگ بھی تھے۔ جو اردو کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ ان میں مولوی عبدالحق سکرٹری انجمن ترقی اردو حیدر آباد بھی تھے۔ مجھے علم نہیں۔ کہ آپ نے یہ مضمون دیکھا ہے۔ یا نہیں۔ بہرحال میں نے الہ آباد میں اپنے دفتر والوں کو لکھ دیا ہے۔ کہ وہ اس مضمون کی ایک کاپی آپ کو بھیجدیں۔ اگر آپ اس مضمون یا اس مضمون میں پیش کئے گئے استدلال سے اختلاف کا اظہار کریں۔ تو میں آپ کا مشکور ہوں گا۔ اگر آپ اپنے اعتراضات سے مجھے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلے میں میں یہ ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ مدراس کی کانگرس منسٹری صوبہ کے سرکاری سکولوں میں ہندوستانی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس مقصد کے لئے وزارت جو قاعدے اور جو کتابیں پڑھانا چاہتی ہے۔ وہ جامعہ ملیہ سے خاص طور پر تیار کرائے جا رہے ہیں۔ یہ قاعدے اور کتابیں دونوں رسوم الخط دیوناگری اور اردو میں ہونگے۔ ان کی زبان خاص ہو گی۔

غیر مسلم اقلیتوں سے غداری۔ کانگرس نے اقلیتوں کے بنیادی حقوق اور فرقہ وارانہ سوال کے متعلق جو ریزولیوشن پاس کئے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ کو ان سب کا علم ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں آپ کو یہ سب ریزولیوشن بھجوا سکتا ہوں۔ ۲۷ر اکتوبر ۳۷ء کے اخیر میں کلکتہ میں کانگرس ورکنگ کمیٹی کا جو اجلاس ہوا۔ اس میں ایک ریزولیوشن پاس کیا۔ جس میں ان تمام ریزولیوشنوں کو یکجا کر دیا گیا۔ جہاں تک کمیونل ایوارڈ کا تعلق ہے کانگرس کی پوزیشن کی وضاحت بارہا کی جا چکی ہے۔ اگر ان ریزولیوشنوں میں کانگرس کی پالیسی غلط یا غیر مکمل ہو۔ تو آپ اسے مکمل کرنے کے متعلق مشورہ دیں۔ ہم خوشی سے اس پر غور کرینگے ذاتی طور پر میرا یہ خیال ہے۔ کہ جہاں تک تمدن یا مذہبی سوالات کا تعلق ہے۔ کانگرس اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔ جہاں تک فرقہ وارانہ سوالات کا تعلق ہے۔ کمیونل ایوارڈ موجود ہے۔ گو یہ غیر تسلی بخش ہے۔ مگر جب تک طرفین کی رضامندی سے اس کا کوئی نعم البدل معلوم نہ ہو گا۔ تب تک یہ قائم رہے گا۔ جہاں تک اس سے زیادہ وسیع سیاسی مسائل کا تعلق ہے کانگرس کئی سال سے ایک خاص پالیسی اور اصول پر کاربند چلی آ رہی ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً اس پالیسی میں معمولی معمولی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ مگر حقیقی پالیسی ہمیشہ یکساں رہی ہے۔ گذشتہ سال واردھا میں ورکنگ کمیٹی کی جو میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میں لیجسلیچر کے اندر اور باہر کانگرس کی پالیسی کی وضاحت کرنے کے لئے ایک جامع ریزولیوشن پاس کیا گیا تھا۔ مجھے نواب اسماعیل خاں اور چودھری خلیق الزمان سے یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی۔ کہ یو۔ پی مسلم لیگ یا یو۔ پی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اس پروگرام کو قبول کر لیا۔ اس ریزولیوشن میں ہمارا آزادی کا منتہائے مقصود کانسٹی ٹیوانٹ اسمبلی کا مطالبہ۔ کانسٹی ٹیوشن۔ ایکٹ اور فیڈریشن کے متعلق ہمارا عام طرز عمل اور لیجسلیچر کے اندر اور باہر ہمارا طریق کار سب درج تھے۔ اس ریزولیوشن میں ہی کانگرس کے کسانوں اور مزدوروں کے متعلق پروگرام کا بھی ذکر تھا۔ اس طرح ہمارے درمیان نہ صرف بنیادی اصولوں کے متعلق بہت حد تک اتفاق رائے تھا۔ بلکہ تفاصیل پر بھی ہماری رائے ایک تھی۔

پھر یہ جھگڑا کیوں

اس قدر اتفاق رائے ہونے کے باوجود بھی مجھے یہ جان کر از حد رنج ہوا۔ کہ پھر بھی ہمارے درمیان اس قدر جھگڑا موجود ہے۔ اسلئے میں نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہ جھگڑا ہے کس لئے۔ چونکہ مجھے یہ معلوم نہیں۔ کہ امور متنازعہ فیہ کیا ہے۔ اسلئے میں نہ تو کوئی ٹھوس تجویز پیش کر سکتا ہوں۔ اور نہ مبہم۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ میں نے آپ کی جو تقریریں اور بیانات پڑھے ہیں۔ ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کے بیان کے مطابق کانگرس ہندوستان میں ہندو راجیہ قائم کر رہی ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں۔ کہ کس طرح ہندو راج قائم ہو رہا ہے۔ اور کون کر رہا ہے۔ اگر کسی کانگرسی وزارت یا کسی کانگرس کمیٹی نے کوئی غلطی کی ہے۔ تو اس کے متعلق ہمیں بتایا جا سکتا ہے۔

کلکتہ میں آپ نے جو تقریر کی وہ اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ وہ اگر میری نظر سے گذری ہے۔ تو آپ بھی اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلئے آپ کی اس تقریر کا لب لباب بہم پہنچانا میرے لئے ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ اسی تقریر میں آپ نے کہا ہے۔ کہ آپ کانگرس کے خلاف جہاد نہیں کر رہے۔ بلکہ کانگرسی لیڈروں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ جو ہندوؤں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی کہا۔ کہ آپ کانگرس ہائی کمانڈ کے ہوش ٹھکانے لگانا چاہتے ہیں۔ کیا اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ جن لوگوں کو کانگرس کی قیادت کی ذمہ واری دی گئی ہے۔ ان کو برٹش امپریلزم کے علاوہ کسی شخص کے خلاف جہاد کرنے کی چاہ نہیں۔ بہرحال اگر ہم نے کبھی غلط فہمی پھیلائی ہے۔ یا غلط روی اختیار کی ہے۔ تو ہم کو یہ بھی حق ہے۔ کہ اپنے معترضین سے دریافت کریں۔ کہ ہم نے کہاں غلطی کی ہے۔ اور کیا غلطی کی ہے۔ آپ نے اپنی اسی کلکتہ والی تقریر میں کہا ہے۔ میں نے بہت عرصہ ہوا۔ پنڈت جواہر لال کو چیلنج دیا تھا۔ اور اب پھر ان کو چیلنج دیا ہے۔ کہ وہ آئیں۔ اور سارے ساتھ بیٹھ کر ایک ایسا پروگرام مرتب کریں۔ جس سے غریب لوگوں کو فوری امداد ملے۔ یہ وہی چیلنج ہے۔ جس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں نے اپنے گذشتہ خط میں ذکر کیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں۔ کہ آپ نے کب پہلے مجھے اس قسم کا چیلنج دیا تھا۔ دو بدو ہو کر باتیں کرنا اور امور متنازعہ فیہ پر بحث کرنا ممد ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں اپنے پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔ میں ایسا کرنے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔ تھوڑا عرصہ ہوا۔ آپ ہمارے ایک بڑے بھائی لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد سے ملے تھے۔ اقلیتوں کے مسئلہ اور دیگر امور کے متعلق جس قدر وضاحت وہ کر سکتے تھے۔ اور کوئی کانگرسی لیڈر نہیں کر سکتا۔ جب کبھی ضرورت محسوس ہوگی۔ ہم سے ہر ایک مصالحت کی گفت و شنید کا خیر مقدم کرے گا۔ لیکن جب تک بعض خیالات کی وضاحت نہ ہو جائے۔ اس قسم کی گفت و شنید مبہم اور بے سود ثابت ہؤا کرتی ہے۔ اس لئے اس مقصد کے لئے خط و کتابت مفید ثابت ہؤا کرتی ہے۔ اور بعض حالات میں یہ گفت و شنید سے کہیں بہتر ہے۔ اندریں حالات مجھے یقین ہے۔ کہ آپ ہمیں اختلافات بتا کر پوزیشن کو صاف کرنے میں امداد دیں گے۔ اور آپ یہ بھی خواہش رکھتے ہیں۔ کہ یہ اختلافات ختم ہو جائیں آپ نے کانگرس پر بھی پر زور الفاظ میں نکتہ چینی کی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ آپ کو ایسا کرنے کا حق تھا۔ مگر کیا یہ ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم آپ سے یہ مطالبہ کریں۔ کہ پبلک میں نہ سہی پرائیویٹ طور پر آپ اس نکتہ چینی کے لئے ہمیں ثبوت دیں۔ میں نے مہاتما گاندھی سے آپ کے خط کے متعلق دریافت کیا ہے۔ ان کو یہ خط کلکتہ میں ملا تھا۔ جبکہ وہ بستر علالت پر دراز تھے۔ انہوں نے محسوس کیا۔ کہ اس خط کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ چونکہ آپ نے جو خط ان کو لکھا تھا۔ وہ مہاتما جی کے خط کے جواب میں تھا۔ اس لئے اس وقت معاملہ ختم سمجھا جانا چاہیئے تھا۔ مہاتما جی نے ازراہ مہربانی مجھے اپنا اور آپ کا دونوں خط دکھلا دیئے تھے۔ میں ان دونوں خطوط کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ کوئی خاص جواب دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اب مجھے معلوم ہؤا ہے۔ کہ انہوں نے کل ہی آپ کو خط لکھا ہے۔

میں ۹ر فروری تک الہ آباد پہنچ جاؤں گا۔

مسٹر جناح کا جواب

نئی دہلی۔ ۱۷ر فروری۔ ڈیر پنڈت جواہر لال۔ آپ کا ۴ر فروری کا خط ملا۔ آپ نے اب کہ مجھ پر بہت زیادہ اور معمولی نوعیت کی شکایتوں کی بوچھاڑ شروع کر دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ان اخبارات پر زیادہ تر انحصار کر رہے ہیں۔ جو میرے متعلق غلط فہمی پھیلانے اور میرے خلاف شرارت کرنے پر تلا ہؤا ہے۔ مگر مجھے خوشی ہے۔ کہ آپ نے خود ہی یہ ذکر کر دیا ہے۔ کہ کس طرح غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں حقیقی سوال یہ ہے۔ کہ پوزیشن کی وضاحت کی جائے۔ اندریں حالات میرا خیال ہے۔ کہ مختلف امور کے متعلق جن کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے خط و کتابت جاری رکھنا لاحاصل ہے۔ آپ برائے مہربانی ان امور کو بھی بیچ میں لانے کی کوشش نہ کریں۔ جن کے متعلق آپ نے نواب اسماعیل خاں سے۔ چودھری خلیق الزمان سے خط و کتابت کی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مزید الجھن پیدا ہوگی۔ اور معاملہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ جہاں تک میری کلکتہ والی تقریر کا تعلق ہے۔ میں نے لفظ چیلنج نہیں کہا تھا۔ یہ اخبارات کے رپورٹر کی اوپج معلوم ہوتی ہے۔ تقریر کے رجحان سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں لفظ دعوت ہونا چاہیئے تھا۔ بہرحال ان تمام معاملات کا خط و کتابت کے ذریعہ طے پانا مشکل ہے آپ نے کہا ہے۔ کہ میں نے کانگرس پر جو نکتہ چینی کی ہے۔ اس کا اگر پبلک میں نہیں۔ تو کم از کم پرائیویٹ طور پر ثبوت مہیا کر دوں۔ مگر پبلک یا پرائیویٹ میرے لئے دونوں برابر ہیں۔ میں نے پبلک طور پر جو کچھ کہا ہے۔ اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ اسکی رپورٹ صحیح صحیح کی گئی ہو۔ آپ کے اس خط سے بھی پہلے خط کی طرح یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ چاہتے ہیں۔ کہ جن امور کے متعلق ہمارا اختلاف ہے۔ اس کو خط و کتابت کے ذریعہ واضح کروں۔ مگر یہ طریقہ ناپسندیدہ اور غیر موزوں ہے۔ البتہ دو بدو باتیں کرنے کو تیار ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں۔ کہ ایسا کرنے کا اب وقت ہے۔ تو میں تیار ہوں۔ مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ آپ ایک دوسرے کی باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنا نہیں مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کو ان امور کا علم ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔ جن پر کہ اختلاف ہے۔ مہاتما گاندھی کا خط بھی مجھے مل گیا ہے۔ جس کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ اسکی ایک نقل آپ کو بھیج رہا ہوں۔

پنڈت نہرو کا خط مسٹر جناح کے نام

مورخہ ۸ر مارچ۔ ڈیر جناح۔ آپ کے خط مورخہ ۳ر مارچ کے لئے شکریہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم اپنے خطوط میں بار بار انہی چیزوں کو دہرا رہے ہیں۔ میں بار بار آپ سے کہہ رہا ہوں۔ کہ آخر آپ وہ امور متنازعہ تو بتائیں۔ جن کے متعلق آپ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ بار بار یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ اس چیز کا فیصلہ خط و کتابت کے ذریعہ نہ کیا جائے۔ اور ساتھ ہی آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ امور متنازعہ پر حال ہی میں پریس اور پلیٹ فارم پر بحث ہو چکی ہے۔ میں نے آپ کی تقریروں اور بیانات کو پڑھا ہے۔ اور یہ کوشش کی ہے۔ کہ امور متنازعہ کا پتہ لگا سکوں۔ اس لئے میں نے اپنے خط میں چند ان نکتہ چینیوں کا ذکر کیا تھا۔ جو آپ نے اپنی تقریروں میں کانگرس کے متعلق کی ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ تو لکھ دیا ہے۔ کہ آپ کی تقریروں کو غلط رپورٹ کیا گیا ہے۔ لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا۔ کہ صحیح رپورٹ کیا تھی۔ یا کیا ہونی چاہیئے تھی۔ آپ نے یہ بھی کہا۔ کہ یہ تو معمولی امور ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا۔ کہ اہم امور کون سے ہیں۔ جو بحث طلب ہیں مجھے امید ہے۔ کہ آپ میری مشکل کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ میں آپ پر کسی قسم کا الزام نہیں لگانا چاہتا۔ اور نہ ہی میں کوئی ایسی بحث شروع کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا ہمارے اصلی مضمون سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لیکن مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہمارا اصلی مضمون کیا ہے۔ جس کے متعلق ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔ شاید میں ہی اتنا جاہل اور بے وقوف ہوں۔ کہ سارے مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس حالت میں تو روشنی حاصل کرنے کا مستحق ہوں۔ اگر آپ مجھے کسی اپنے بیان یا تقریر کا حوالہ دیں گے۔ جو آپ نے حال ہی میں کی ہو۔ اور جس سے مجھے کوئی روشنی مل سکے۔ تو میں آپ کا مشکور ہونگا۔

میں آپ سے پھر کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ میری خواہش نہیں۔ کہ اس تمام بحث کو خط و کتابت کے ذریعہ جاری رکھا جائے۔ لیکن میں ان امور متنازعہ کو ضرور معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جو بحث طلب ہیں۔ یہ ہم سب کے لئے بہتر ہوگا۔ کہ کسی کی بحث یا گفتگو شروع کرنے سے یہ جان لیں۔ کہ ہم نے کسی سوال کا حل کرنا ہے۔ آپ کا یہ سوال بالکل درست ہے۔ کہ ۱۹۲۵ء سے لے کر آج تک اس معاملہ پر کئی بار غور ہو چکا ہے۔ کیا آپ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ یہ پرانی تاریخ ہی ہمیں اس بات سے خبردار کر رہی ہے۔ کہ ہم اس سوال پر اس وقت تک بحث شروع نہ کریں۔ جب تک ہم یہ نہ جان لیں۔ کہ ہمارا اصلی مقصد کیا ہے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ کہ پچھلے چند سالوں میں حالات بہت بدل چکے ہیں۔ مثال کے طور پر کمیونل ایوارڈ ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ کیا آپ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اس کے متعلق کوئی تصفیہ ہو سکے۔ یہ چیز تو بالکل صاف ہے۔ کہ کانگرس اس بات کی بہت خواہشمند ہے۔ کہ تمام غلط فہمیاں دفع ہو جائیں۔ اور جھگڑے ختم ہو جائیں نہ صرف قومی نقطۂ نگاہ سے بلکہ اس کے اپنے مفاد کے خیال سے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ یہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے اس کے کام میں روکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

اسی لئے اس نے کئی بار اس مسئلہ پر غور کیا ہے۔ اور اس کے متعلق جو صحیح رائے سمجھی۔ اسے ریزولیوشن کی شکل میں پبلک کے سامنے رکھ دیا۔ میں اس وقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ کہ کانگرس کے فیصلے غلط تھے۔ یا درست۔ ان کے متعلق تو مختلف دلائل پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے خیال کے مطابق جو ٹھیک سمجھا دیا اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ تو یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ اور ہم ان تجاویز پر غور کرنے کو تیار ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے اچھا نتیجہ نکل سکے۔ میرے خیال میں تو اس مسئلہ کے مندرجہ ذیل مختلف پہلو ہیں۔ (۱) کمیونل ایوارڈ۔ جس میں جداگانہ انتخاب اور نشستوں کا تحفظ شامل ہے۔ (۲) مذہبی حقوق کی حفاظت (۳) تہذیب و تمدن کی حفاظت۔

میرے خیال میں یہ تین ہی ضروری سوال ہیں۔ ممکن ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی ہوں۔ لیکن چونکہ آپ صرف ضروری امور پر ہی بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اسلیئے میں ان کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔

جہاں تک کمیونل ایوارڈ کا تعلق ہے۔ کانگرس کی پوزیشن اس کے متعلق کافی صاف طور پر واضح کی جا چکی ہے۔ کیا آپ اس کے متعلق بھی تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں تک مذہبی حقوق اور تہذیب و تمدن کی حفاظت کا تعلق ہے۔ کانگرس اس کا پورا یقین دلا چکی ہے۔ اگر ان کے کسی مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔ تو ہمیں بتا دیا جائے۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریروں میں زبان کے مسئلہ کے متعلق بھی بہت کچھ کہا تھا۔ اس کا جواب میں اپنے پچھلے خط میں دے چکا ہوں۔ کہ آپ اس سے متفق ہوں گے۔ میں نے جن امور کا اوپر ذکر کیا ہے۔ کیا آپ انہی پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ یا ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہیئے۔ کہ اس بحث کو شروع کرتے وقت ہمیں اپنا منتہائے مقصود نہ بھولنا چاہیئے۔ کہ ہم آخر میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ تمام بحث اور تبادلۂ خیالات ہم کس لئے کر رہے ہیں۔ اور ہم آخیر میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنی تحریک آزادی کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہماری جو مالی اور اقتصادی مشکلات ہیں۔ انہیں بھی ہمیں نہ بھولنا چاہیئے۔ آئندہ جنگ کے متعلق ہماری کیا پالیسی ہونی چاہیئے۔ اس کے متعلق بھی ہمیں سوچ لینا چاہیئے۔ اور ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہر ایک سوال کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ مجھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بار بار آپ سے یہ سوال کرنے اور بار بار یہ چیزیں دہرانے کے لئے معاف فرمائیں گے۔ میں یہ سب کچھ اسلئے کر رہا ہوں۔ کہ میری یہ زبردست خواہش ہے۔ کہ آپ میرے نقطہ نگاہ کو جو کہ میرے بہت سے کانگرسی دوستوں کا بھی نقطۂ نگاہ ہے۔ سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں اپنا اور آپ کا وقت اس خط وکتابت میں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میرا دماغ جب تک ایک چیز کو صاف طور پر سمجھ نہ لے۔ اس وقت تک اس کے لئے کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مجھے اس بات کا تعجب ہے۔ کہ باوجود میرے بار بار درخواست کرنے کے مجھے ابھی تک یہ ہی نہیں بتایا گیا۔ کہ امور متنازعہ کیا ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ گاندھی جی نے آپ کو خط لکھا ہے۔ اور آپ سے تبادلہ خیالات کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ میں اب کانگرس کا صدر نہیں ہوں۔ اسلئے میری اب وہ نمائندہ حیثیت نہیں۔ لیکن اگر میں کسی طرح مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔ تو میری خدمات ہر وقت کانگرس کے لئے حاضر ہیں۔ اور مجھے آپ سے مل کر اور تبادلہ خیالات خوشی ہوگی۔

آپ کا صادق۔ جواہر لال نہرو۔

مسٹر جناح کا وقت پنڈت نہرو کو خط

نیو دہلی ۱۷ ر مارچ۔

ڈیر پنڈت جواہر لال۔ آپ کا خط مورخہ ۸ ر مارچ ۱۹۳۸ء کو مجھے ملا۔ آپ کے خط مورخہ ۱۸ ر جنوری سے مجھے معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ یہ جاننا چاہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلم یونٹی کے لئے کن مسائل کا ہونا ضروری ہے۔ جب میں نے جواب میں کہا۔ کہ کیا ان امور کا خط وکتابت کے ذریعہ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ نیز اخبارات میں ان پر بحث بھی غیر پسندیدہ ہے۔ تو آپ نے جواب میں ۴ ر فروری کو شکایات بھیجیں۔ جو آپ کو کانگرس پر میری نکتہ چینیوں اور تقریروں کے متعلق تھیں۔ اگرچہ ان کا اس معاملہ سے جو ہمارے سامنے ہے۔ کوئی تعلق نہیں۔ آپ اسی لائن پر اصرار کر رہے ہیں۔ اور آپ کی اب بھی یہی رائے ہے کہ ان امور کے متعلق مزید بحث کی جائے۔ جس کے لئے جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے لکھ دیا ہے۔ میں تیار نہیں۔ جس سوال پر ہم نے بحث شروع کی تھی۔ وہ تھا مسلمانوں کے مذہب۔ کلچر۔ زبان اور ذاتی قوانین اور پولیٹیکل حقوق کا تحفظ۔ اس سلسلے میں کئی تجاویز پیش کی جا چکی ہیں جس سے مسلمان مطمئن ہو جائیں گے۔ اور اکثریت پر نہیں اعتماد ہو جائیگا۔ آپ نے جواب میں لکھا ہے۔ کہ وہ غیر ضروری مسائل کونسے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ میں (جواہر لال) اس مسئلہ کی پیچیدگیوں سے واقف نہ ہوں۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو مجھے واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ اگر آپ کسی بیان کی طرف جو حال ہی میں دیا ہے۔ توجہ دلائیں گے۔ جس سے میری واقفیت میں اضافہ ہو۔ تو میں ممنون ہونگا۔" مجھے امید ہے۔ آپ نے چودہ نکات سنے ہوں گے۔ اس کے علاوہ آپ کہتے ہیں۔ کہ گذشتہ چند سال میں کئی ایسے واقعات ہو گئے ہیں۔ جن سے پوزیشن مختلف ہو گئی ہے۔ میں اس بارے میں آپ سے متفق ہوں۔ لیکن حال ہی میں اخبارات میں کئی تجاویز پیش ہو چکی ہیں۔ اگر ۲ ر فروری کا سٹیٹسمین دیکھیں۔ تو اس میں ایک مضمون چھپا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ "مسلم کی آنکھوں سے" آپ کی سہولیت کے لئے اس مضمون کی ایک مثل ارسال ہے بمورخہ یکم مارچ ۳۸ء کے نیو ٹائمز میں ایک آرٹیکل چھپا ہے۔ جس میں آپ کے اس اعلان پر جو آپ نے ہری پور کانگرس کے موقعہ پر کیا بحث کی گئی ہے۔ آپ نے تقریر کے دوران میں کہا تھا۔ کہ "میں نے نام نہاد کمیونل سوال ۔۔۔۔ کو دوربین کے ذریعہ دیکھا ہے۔ جب اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ کیا تو کوئی دیکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مسٹر ایمے کا انٹرویو بھی دیکھا ہوگا۔ جس میں انہوں نے مسلم لیگ کے متعلق کانگرس کو تنبیہ کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض مطالبات پیش کئے جا چکے ہیں۔ یا پیش کئے جانے والے ہیں۔ جہاں تک آپ سے ملنے اور آپ سے بحث کرنے کا تعلق ہے۔ میں بڑی خوشی سے آپ سے ملاقات کروں گا۔

آپ کا مخلص۔ ایم۔ اے۔ جناح۔

پنڈت جواہر لال نہرو کا خط

کلکتہ۔ ۶ ر اپریل ۱۹۳۸ء۔ ڈیر مسٹر جناح

آپ کا خط مورخہ ۱۷ ر مارچ مجھے کماؤں میں ملا۔ جہاں میں تفریح کی غرض سے چند یوم کے لئے گیا تھا۔ وہاں سے میں کلکتہ آیا ہوں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ آج واپس الہ آباد چلا جاؤں۔ اور اپریل کا زیادہ حصہ وہیں رہوں۔ اگر آپ آسانی سے وہاں آسکیں۔ تو آجائیں۔ ورنہ آپ لکھنؤ تشریف لے جائیں۔ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ آپ نے گذشتہ خط میں بعض امور کا ذکر کیا ہے۔ جو آپ کے دماغ میں ہیں۔ جو کٹنگ آپ نے بھیجے ہیں۔ ان میں ان کا ذکر ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔ میں فہرست پڑھ کر کچھ حیران ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ ان میں سے بہت سے ایسے مسائل پر آپ ہم سے تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے بعض جنہیں کانگرس تسلیم کر چکی ہے۔ اور جن پر اب بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں ان کٹنگ سے جو آپ نے بھیجے ہیں۔ یہ سمجھ سکا ہوں۔ کہ آپ حسب ذیل امور کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) چودہ نکات جو مسلم لیگ نے ۱۹۲۹ء میں مرتب کئے تھے۔

(۲) کانگرس کمیونل ایوارڈ کی مخالفت ترک کردے۔ اور اسے نیشنلزم کے منافی قرار نہ دے۔ (۳) سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب قانون کے ذریعہ مقرر کر دیا جائے۔

(۴) قانون کے ذریعہ مسلمانوں کا پرسنل لاء اور کلچر مضبوط کیا جائے۔ (۵) کانگرس شہید گنج کے مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے اخلاقی دباؤ سے مسلمانوں کو شہید گنج واپس دلا دے۔

(۶) اذان اور دیگر مذہبی رسوم کے متعلق مسلمانوں کو پوری آزادی حاصل ہو۔ (۷) مسلمانوں کو ذبح گئو کی کھلی اجازت ہو۔ (۸) ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ایسی علاقہ بندیاں نہ کی جائیں۔ جن سے اکثریت پر اثر پڑے (۹) بندے ماترم ترک کر دیا جائے۔ (۱۰) اردو کو ہندوستان کی قومی زبان تسلیم کر لیا جائے۔ اور اس امر کی گارنٹی دی جائے۔ کہ اردو کے استعمال میں مزاحمت نہیں کی جائے گی۔ (۱۱) کمیونل باڈیز میں مسلمانوں کو کمیونل ایوارڈ کے اصول پر نمائندگی دی جائے۔ یعنی جداگانہ انتخاب ہو۔ اور آبادی کے لحاظ سے۔ (۱۲) کانگرس کا جھنڈا ترک کر دیا جائے۔ اور مسلم لیگ کے جھنڈے کو اہمیت دی جائے۔

(۱۳) مسلم لیگ کو ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے۔ (۱۴) کولیشن وزارتیں قائم کی جائیں۔

کانگرس کا نقطۂ نظر

آپ کا نقطہ نظر یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اور بابو راجندر پرشاد نے ۱۹۲۹ء میں جو فارمولا بنایا تھا۔ اس سے اب مسلمان مطمئن نہیں۔ اس لئے ان لائینوں پر کوئی چیز مسلمانوں کو مطمئن نہ کریگی۔ یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ یہ فہرست مکمل نہیں۔ اور ان میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ان غیر محدود اضافوں کا مجھے علم نہیں۔ اس لئے ان کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا۔ تاہم میں ان امور کے متعلق بحث کرتا ہوں۔ اور کانگرس کا رویہ ظاہر کرتا ہوں۔ لیکن ان پر غور کرنے سے پہلے ہمیں یہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم پولیٹیکل اور اقتصادی طور پر افراد ہندوستان کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس لئے اس حقیقت کو بحث کا بیک گراؤنڈ رکھنا پڑیگا۔

آزاد ہندوستان کا تصور کرتے ہوئے ان میں سے بعض امور پیدا ہی نہیں ہوتے۔ یا ان کی اہمیت بالکل کم ہو جاتی ہے۔ ہم ان پر یا تو آزاد ہندوستان کی روشنی میں بحث کر سکتے ہیں۔ اور یا ایسے ہندوستان کی روشنی میں بحث کر سکتے ہیں۔ اور یا ایسے ہندوستان کی روشنی میں جسے برطانوی حکومت کے ماتحت رہنا ہو۔ کانگرس لازمی طور پر آزادی کی مطمح نظر سے سوچتی ہے اگرچہ کبھی کبھی وہ دور منتقلہ کے لئے اپنے اپنے موجودہ حالات کے مطابق بنا لیتی ہے۔ اسلئے کانگرس موجودہ کانسٹی ٹیوشن میں تبدیلیاں کرانے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔ بلکہ وہ تو اسے بالکل اڑا دینا چاہتی ہے۔ اور اسکی بجائے ایک ایسا کانسٹی ٹیوشن نافذ کرنا چاہتی ہے۔ جسے ہندوستانی نمائندہ اسمبلی کے ذریعے بنائیں۔ ایک اور معاملہ نے بھی بہت اہمیت حاصل کر لی ہے۔ اور وہ ہے بین الاقوامی نازک صورت حالات اور جنگ کا خطرہ۔ اس کا ہندوستان اور اسکی جنگ آزادی پر اثر پڑتا ہے۔ اسلئے سب سے زیادہ اہمیت اس امر کو دی جانی چاہیئے۔ باقی امور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر بنیادیں حل جائیں۔ تو فروعی امور سے کیا حاصل۔ کانگرس نے اس بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ کسی امپیریلسٹ جنگ میں پارٹی نہیں ہوگی۔ اس لئے کانگرس کی پالیسی امن اور ہندوستان کی آزادی ہے۔ اس پالیسی کی تقویت کے لئے کانگرس بخوشی مسلم لیگ دیگر انجمنوں اور افراد سے تعاون کریگی۔ میں نے ان تمام مسائل پر جن کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے۔ غور کیا ہے۔ ان میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو عوام کے اقتصادی مطالبہ سے تعلق رکھتی ہو۔ یا غریبی اور بے کاری کا سوال دور کرتی ہو۔ ہم ہندوستانیوں کے لئے یہ سوال سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ جب تک ان کا حل دریافت نہیں کیا جاتا۔ ہماری جدوجہد فضول ہے سرکاری ملازمتوں کا سوال بے شک اہم ہے۔ لیکن اس کا بہت کم لوگوں پر اثر پڑتا ہے۔ ہماری آبادی کا زیادہ حصہ کاشتکار، مزدور اور چھوٹے چھوٹے دکاندار ہیں۔ مطالبات کی جو فہرست آپ نے پیش کی ہے۔ ان سے ان کی حالت کسی طور پر بھی بہتر نہیں ہوتی۔ ہمیں ان کا مفاد پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ بعض مطالبات ایسے ہیں۔ جو کانسٹی ٹیوشن میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ تبدیلی کر سکیں۔ اگرچہ ایسی مناسب ہوں۔ تو بھی ہماری یہ پالیسی نہیں۔ کہ ہم چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں کے لئے زور دیں۔ ہم مکمل آئین کو پورے طور پر مسترد کر کے اسکی بجائے نیا آئین لانا چاہتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح قوانین کے ذریعے تحفظ کی گارنٹی کا مطالبہ بھی پورا نہیں کیا جاسکتا۔ ہم صرف یہی کر سکتے ہیں۔ کہ اعلان کردیں۔ کہ آزاد ہندوستان میں ہم بعض گارنٹیاں دینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ کراچی ریزولیوشن کے لئے ہم نے اقلیتوں کے مذہب۔ کلچر زبان وغیرہ کی گارنٹی دے دی ہے۔ ہم یہ تحفظات کانسٹی ٹیوشن کا ایک حصہ بنادیں گے۔

۱۴ نکات

اب میں ان امور پر انفرادی طور پر بحث کرونگا میرا خیال تھا۔ کہ آپ پر وہ نکات آؤٹ آف ڈیٹ ہوچکے ہیں۔ ان میں بعض مطالبات کمیونل ایوارڈ میں تسلیم کرلئے گئے ہیں۔ بعض کانگرس نے پورے طور پر تسلیم کرلئے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو کانسٹی ٹیوشنل تبدیلیاں چاہتے ہیں۔ جو ہمارے بس میں نہیں۔ ان کے علاوہ ایک دو معاملات ایسے ہیں۔ جن پر اختلاف رائے ہے اور جن پر کافی بحث کی گنجائش ہے۔ (۲) کمیونل ایوارڈ کی طرف کانگرس نے یہ رویہ صاف طور پر بیان کردیا ہے۔ اور وہ یہ کانگرس باہمی سمجھوتہ سے اس میں تبدیلیاں کرانا چاہتی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کسی شخص کو اس رویہ پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ اگر ہم سے مطالبہ کیا جائے۔ کہ ہم کمیونل ایوارڈ کے متعلق یہ کہیں کہ یہ قوم پرستی کے منافی نہیں۔ تو یہ بالکل غلط تھا۔ اس کو چھوڑنے سے اس ایوارڈ کی رو سے مختلف گروپوں کو کیا ملتا ہے۔ اس ایوارڈ کی بنیاد وہی قوم پرستی کے خلاف ہے۔ اور نیشنل یونٹی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ کمیونل ایوارڈ سے ہندوستان کے بعض حصوں میں یورپینوں کو ناجائز طور پر ویٹیج دیا گیا ہے۔ اگر ہم آزاد ہندوستانی کے طور پر تسلیم کریں۔ تو کمیونل ایوارڈ کی اس میں کوئی جگہ نہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ حالات کے مطابق ہم بسا اوقات ایک ایسی چیز جو قومیت کے خلاف ہو۔ عارضی طور پر برداشت کرلیتے ہیں یہ بھی فتح ہے۔ کہ ان امور میں جو کمیونل ایوارڈ کی زد میں آتے ہیں۔ ہم اسی صورت میں تصفیہ کرتے ہیں۔ اگر متعلقہ پارٹیاں رضامند ہوں۔ یہ کانگرس کی پالیسی ہے۔

سرکاری ملازمتوں میں حصہ

سرکاری ملازمتوں میں قانون کے ذریعہ مسلمانوں کا حصہ مقرر کرنے کا یہ مطلب ہوا۔ کہ باقی قوموں اور گروپوں کے حصے بھی مقرر کئے جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ایڈمنسٹریشن کا ڈھانچہ بالکل کمپارٹمنٹل ہوجائیگا۔ اور ترقی کی راہ میں حائل ہوگا۔ اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ سرکاری ملازمتیں نہایت انصاف پسندانہ طور پر تقسیم کی جائیں۔ اور کسی قوم کو شکایت کا موقعہ نہ ہو۔ یہ بہتر ہے۔ کہ ایک کنونشن کے ذریعہ ہو۔ کانگرس اس معاملہ کو پورے طور پر سمجھتی ہے۔ اور چاہتی ہے۔ کہ مختلف گروپوں کی زیادہ سے زیادہ تسلی کرے۔ آجکل سٹیٹ زیادہ ٹیکنیکل ہورہی ہے۔ اور مختلف محکموں میں ایسے محکموں کی ضرورت ہے۔ جو ٹیکنیکل میں ماہر ہوں۔ یہ درست ہے۔ کہ اگر کوئی قوم ٹیکنیکل طور پر ماہر نہیں۔ تو اس کے افراد کو اس بارے میں اپ ٹوڈیٹ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ سنہ ۱۹۳۳ء کی قومی کانفرنس میں جو الہ آباد میں ہوئی تھی۔ سرکاری ملازمتوں کے مسئلہ کا حل تسلی بخش طور پر ہوگیا تھا۔ (۴) جہاں تک کلچر کے تحفظ کا سوال ہے۔ کانگرس نے کانسٹی ٹیوشن کے ابتدائی قوانین میں اسے داخل کرنے کا کرلیا ہوا ہے۔ کانگرس نے بھی یہ اعلان کیا ہوا ہے۔ کہ وہ پرسنل میں مداخلت نہیں کریں گے۔

شہید گنج

(۵) میں یہ پڑھ کر حیران ہوا ہوں۔ کہ کانگرس کو شہید گنج ایجی ٹیشن اپنے ہاتھ میں لینی چاہیئے۔ یہ معاملہ ایسا ہے۔ جس کا عدالت کے ذریعے باہمی سمجھوتہ سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ایسے تمام مسائل میں کانگرس باہمی سمجھوتہ کے حق میں ہے۔ اور وہ دونوں پارٹیوں کو اپنی خدمات پیش کرنے کو تیار ہے۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ وزیر اعظم پنجاب نے کہا ہے۔ کہ یہ معاملہ اسی طرح حل ہوسکتا ہے۔ (۶) مذہبی رسوم ادا کرنے کا حق تمام قوموں کو ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں کانگرس کا ریزولیوشن صاف واضح ہے۔ پنجاب کے ایک گاؤں (راجہ جنگ) کا جو ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اس طرح ہر شہر سے مثالیں جمع کی جاسکتی ہیں۔ جن میں ہندوؤں۔ مسلمانوں یا سکھوں کی مذہبی رسوم میں مداخلت کی گئی ہو۔ جہاں جہاں ایسے واقعات ہیں۔ ان کا خاطر خواہ حل دریافت کرلیا گیا ہے۔ لیکن اصول بالکل واضح ہے۔ (۷) جہاں تک ذبیحہ گاؤ کا تعلق ہے۔ کانگرس کے خلاف کافی بے بنیاد پراپیگنڈا کیا جاچکا ہے۔ کہ کانگرس قانون کے ذریعہ گاؤ کشی کی ممانعت کرنے والی ہے۔ مسلمانوں کے حقوق پر قانون کے ذریعہ پابندیاں لگانے کا کانگرس کا کوئی ارادہ نہیں۔

(۸) صوبوں کی از سرِ نو تقسیم کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ سوال پیدا ہوگا۔ تو اس کا حل باہمی طور پر کیا جائیگا۔

بندے ماترم کا گیت

(۹) بندے ماترم کے گیت کے متعلق ورکنگ کمیٹی نے گذشتہ اکتوبر میں ایک طویل بیان جاری کیا تھا۔ جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ کانگرس نے کب بندے ماترم کے گیت کو قومی گیت تسلیم کیا۔ ہندوستانی نیشنلزم کے ساتھ یہ گیت گذشتہ ۳۰ سال سے وابستہ ہے۔ اور اس کے لئے بہت قربانیاں کی گئی ہیں۔ ہردلعزیز گیت حکم سے تیار نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی حکم سے ان کو رائج کیا جاسکتا ہے۔ وہ پبلک کے جذبات سے پیدا ہوتے ہیں۔ گذشتہ ۳۰ سال میں بندے ماترم قومی گیت رہا ہے۔ گورنمنٹ نے صرف پولیٹیکل گراؤنڈ پر اس کے خلاف اعتراض کیا ہے۔ تاہم جب اس گیت کے خلاف اعتراض کئے گئے۔ تو ورکنگ کمیٹی نے ان پر غور کیا۔ اور سفارش کی۔ کہ بعض بند حذف کردیئے جائیں۔ ورکنگ کمیٹی نے بند بطور قومی گیت استعمال کئے جانے کی سفارش کی ہے۔ اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جن سے کسی کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہو۔ وہ کسی کو زیادہ اپیل کرسکتے ہیں۔ اور کسی کو کم۔ بعض لوگ دوسرے قومی گیت جانتے ہیں۔ ان کو ایسا کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن لوگوں کی بھاری تعداد کو ایک ایسا گیت چھوڑنے کے لئے کہنا جو انہیں اتنا قیمتی ہے۔ ان کے جذبات کو بلاوجہ مجروح کرنا اور قومی آرگنائیزیشن کو نقصان پہنچانا۔

اردو ہندی

(۱۰) اردو اور ہندی کے متعلق میں پہلے آپ کو لکھ چکا ہوں۔ اور اپنا پمفلٹ بھی بھیج چکا ہوں۔ کانگرس نے کلچر اور زبان کی گارنٹی کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمام ہندوستان کی بڑی بڑی صوبائی زبانوں کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہندوستانی کو جو اردو اور ناگری رسم الخط میں لکھی جائے۔ قومی زبان بنانا چاہتا ہوں۔ یہ دونو رسوم الخط سرکاری طور پر تسلیم کرجانی چاہئیں۔ اور لوگوں کو اختیار ہو۔ کہ جو رسم الخط چاہیں۔ استعمال کریں۔ کانگرس وزارتیں اسی پالیسی پر عمل کررہی ہیں۔ کانگرس کی مدت سے یہ رائے رہی ہے۔ کہ قومی اتحاد اور مختلف فرقوں میں خوشگوار تعلقات کی خاطر جداگانہ انتخاب سے مشترکہ انتخاب بہتر ہے۔ لیکن مشترکہ انتخاب کی اہمیت ماری جائیگی۔ اگر اسے فریقین کی رضامندی کے بغیر ان پر ٹھونسا گیا۔ اس لئے کانگرس نے صاف صاف کہہ دیا ہے۔ کہ جب تک متعلقہ فرقے منظور نہیں کرینگے۔ مشترکہ طریق انتخاب رائج نہیں کیا جائیگا۔ لوکل باڈیز کے متعلق بھی کانگرس اسی پالیسی پر عمل کررہی ہے۔ حال ہی میں بمبئی اسمبلی میں لوکل باڈیز کے متعلق ایک بل پیش کیا گیا ہے۔ جس میں جداگانہ طریق انتخاب کو برقرار رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ کہ اگر لوکل باڈی چاہے۔ تو وہ مشترکہ طریق انتخاب بھی رائج کرسکتی ہے۔ یہ اصول چودہ نکات میں سے پانچویں نکتہ کے عین مطابق ہے۔ پھر مجھے حیرت ہے۔ کہ بمبئی اسمبلی میں مسلم لیگ کے گروپ نے اس بل کی کیوں مخالفت کی۔ جبکہ مسلم لیگ کی پالیسی کے مطابق ہی اس میں اختیاری دفعہ رکھی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ سنہ ۱۹۲۹ء میں جس سال کہ یہ چودہ نکات مرتب کئے گئے تھے۔ مسلم لیگ نے ایک ریزولیوشن پاس کیا تھا۔ جس میں درج تھا۔ کہ مسلمان اسوقت مشترکہ طریق انتخاب کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جب تک کہ سندھ کو الگ صوبہ نہیں بنایا جاتا۔ اور صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہندوستان کے باقی صوبوں کی طرح اصلاحات رائج نہیں کی جاتیں۔ سندھ الگ صوبہ بن گیا ہے۔ اور صوبہ سرحد کو اصلاحات مل چکی ہیں۔ باقی رہ گیا بلوچستان تو کانگرس وہاں بھی اصلاحات کی ترویج کے لئے میدان تیار کررہی ہے۔

قومی جھنڈا

سنہ ۱۹۲۹ء میں سرکردہ سکھوں۔ مسلمانوں اور دیگر لیڈروں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد کانگرس نے سہ رنگا قومی جھنڈا بنایا تھا۔ ہر ایک قوم اور ملک کا جو قومی جدوجہد میں شریک ہو۔ ایک قومی جھنڈا ہونا چاہیئے۔ جو اس قوم اور اس میں مشمولہ تمام فرقوں کی نمائندگی نہیں کرسکتا۔ شروع شروع میں اس قومی جھنڈے کے رنگ بھی مختلف فرقوں کی نمائندگی کرنے کے لئے منتخب کئے گئے تھے مگر ہم نے رنگوں کے اس فرقہ وارانہ پہلوؤں پر کوئی خاص زور نہ دیا۔ جہاں تک ایکٹ کا تعلق ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ سنگترے۔ سفید اور سبز رنگ سے مرکب قومی جھنڈا تمام قومی جھنڈوں سے خوبصورت ہے۔ اتنے سال سے یہ جھنڈا استعمال کیا جارہا ہے۔ یہ ہندوستانیوں کی قربانیوں کا نشان ہے۔ ہندو مسلمان۔ اور سکھ سب اسکی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے صعوبتیں جھیلتے رہے ہیں۔ اس طرح اس کے حق میں ایک زبردست جذبہ پیدا ہوگیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیدا ہوگیا ہے۔ کئی بار مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی اور مسلم لیگ کے لیڈروں نے اپنے آپ کو اس جھنڈے سے وابستہ کیا۔ اور اسے ہندوستان کے اتحاد کا نشان کہا۔ اب یہ انیشن کی حدود سے باہر نکل گیا ہے۔ اور نیشن کا سی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا مشکل ہے۔ کہ کوئی شخص معقول طور پر اس پر کس طرح اعتراض کرسکتا ہے۔ کہ کیونکہ جھنڈے اسکی جگہ نہیں لے سکتے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا۔ کہ بہت سے جھنڈے ایسے بنائے جائیں۔ جو کہ ہمارا انتشار ظاہر کریں۔ کیونکہ جھنڈے انہیں تقاریب پر لہرائے جاسکتے ہیں۔ لیکن جو قومی تقاریب پر نہیں۔ اور نہ ہی سرکاری عمارتوں پر انہیں لہرایا جاسکتا ہے۔ میں یہ بھی کہہ دوں کہ گذشتہ چند ماہ میں کئی بار مسلم لیگی والنٹیروں نے قومی جھنڈے کی توہین کی۔ اس سے مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔ لیکن ہم نے دانستہ طور پر کوئی ایسی بات نہیں کی ہے۔ جس سے وہ فرقہ وارانہ کشمکش کو بڑھے۔ ہم نے سخت احکام جاری کردیئے ہیں۔ اور ان پر عمل کیا جارہا ہے۔ کہ مسلم لیگ کے جھنڈے کے سلسلہ میں چاہے یہ ناجائز طور پر لہرایا جائے۔ مداخلت نہ کی جائے۔

مسلم لیگ تسلیم کی جائے

(۱۳) میں یہ نہیں سمجھ سکا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کرلیا جائے۔ مسلم لیگ ایک اہم فرقہ وارانہ انجمن ہے۔ اور ہم اس سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ جن لوگوں اور انجمنوں سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے۔ ہم ان سے مناسب طور پر ڈیل کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کی اہمیت کا فیصلہ نہیں کرتے۔ کانگرس میں اس وقت ایک لاکھ کے قریب مسلمان شامل ہیں۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں۔ جو برسوں جیل کے اندر اور جیل کے باہر ہمارے گہرے ساتھی رہے ہیں۔ ہم ان کی دوستی کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ کئی ارگنائیزیشنیں ایسی ہیں۔ جن میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ مثلاً ٹریڈ یونین۔ کسان سبھا۔ زمیندار ایسوسی ایشن۔ چیمبر آف کامرس وغیرہ۔ ہمیں ان سے کوئی واسطہ پڑتا ہے۔ کئی مسلم ارگنائیزیشنیں ایسی ہیں۔ مثلاً احرار۔ جمعیت العلماء۔ پرجا پارٹی وغیرہ جو خاص توجہ کی مستحق ہیں۔ جتنی اہم کوئی انجمن ہوگی۔ اتنی ہی زیادہ اس پر توجہ دی جائیگی۔ لیکن اہمیت باہر سے نہیں آتی۔ بلکہ خود کوئی انجمن بناتی ہے۔ دوسری انجمنیں چاہے وہ چھوٹی ہوں۔ لیکن ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

کولیشن وزارتیں

(۱۴) میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ کولیشن وزارت سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ کسی وزارت کا واضح پولیٹیکل اور اقتصادی پروگرام ہوتا ہے۔ جس وزارت کے پاس اس قسم کا پروگرام نہ ہوگا۔ وہ بے اثر ہوگی۔ مشترکہ پروگرام ہونے پر تعاون حاصل ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ صوبہ سرحد میں کانگرس نے اس قسم کا تعاون طلب کیا۔ اور اس سے تعاون کیا گیا۔ بمبئی میں بھی کانگرس نے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کانگرس خاص پروگرام لے کر اسمبلیوں میں گئی ہے۔ وہ خوشی خوشی دوسرے گروپوں سے تعاون کریگی۔ چاہے اسمبلی میں ان کی اکثریت ہو۔ یا اقلیت۔ لیکن جو اس کے پروگرام پر عمل کرنے کو تیار ہو۔ اس اصول پر کولیشن ہوسکتی ہے۔ اس کے بغیر کانگرس کو اسمبلی یا منسٹری میں کوئی دلچسپی نہیں۔ ہمارے درمیان جو خط و کتابت ہورہی ہے۔ اس کے متعلق بھی بہت لوگ دریافت کررہے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ خط و کتابت شائع کردی جائے۔ میرا خیال ہے۔ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

آپ کا:۔ جواہر لال

مسٹر جناح کا خط

بمبئی ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء۔ ڈیر پنڈت جواہر لال۔ آپ کا خط مورخہ ۶ اپریل کو ملا۔ میں اپریل کے اخیر میں بمبئی میں رہوں گا۔ اور مجھے خوشی ہوگی۔ اگر آپ مجھے ملیں۔ جہاں تک باقی خط کا تعلق ہے۔ مجھے پڑھکر افسوس ہوا۔ کہ آپ نے اپنے خط میں اپنے فیصلہ کا اعلان کردیا ہے۔ اور دیباچہ کے ساتھ بہت سے امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کردیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ بحث کی تجویز کے جس سے سمجھوتہ ہونے کا امکان ہے۔ خلاف ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنی چٹھی میں لکھا ہے۔ کہ مجھے خیال نہیں تھا۔ کہ آپ ان میں سے بہت سے امور کے متعلق ہمارے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے کئی امور کے متعلق کانگرس پہلے ہی فیصلہ کرچکی ہے۔ کچھ ایسے ہیں۔ جن پر بحث کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے نتائج بیان کرنے شروع کئے ہیں۔ اور اپنے خیال کے مطابق پوائینٹ مرتب کرلئے ہیں۔ آپ کا لب و لہجہ اور زبان اسی قسم کے تکبر اور فوجی سپرٹ کا مظاہرہ کررہی ہے۔ جیسے کانگرس حکمران طاقت ہو۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ مسلم لیگ ایک اہم فرقہ وارانہ آرگنائیزیشن ہے۔ اور ہم اس کے ساتھ اسی طرح سلوک کرتے ہیں۔ جس طرح دیگر آرگنائیزیشنوں کے ساتھ۔ جن کا ہمارے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اگر ان جماعتوں کے درمیان کوئی فرق ہے۔ تو ہم اسے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اس کے بعد آپ نے بہت سی فرقہ وارانہ انجمنوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں میں اس بات کو جس کا میں کئی دفعہ پبلک طور پر اعلان کرچکا ہوں۔ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب تک کانگرس مسلم لیگ کو مساوی جماعت تسلیم نہ کرے۔ اور مساوی جماعت کی حیثیت میں اس کے ساتھ گفت و شنید کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ ہمیں اپنی طاقت پر انحصار کرنا پڑیگا۔ جب آپ اس کے اور دوسری جماعتوں کے درمیان امتیاز کا احساس کرلیں۔ آپ کی ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے لئے آپ کو مزید اپنی پوزیشن سمجھانا مشکل ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ میں ان امور پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ جن کا آپ نے خط و کتابت کے ذریعہ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ میری رائے میں اس معاملہ کے تصفیہ کے لئے یہ درست طریق نہیں ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ اردو اخبارات میں کانگرس کے متعلق شدید غلط بیانیاں کی ہیں۔ اور یو پی گورنمنٹ کی کارروائیوں کے متعلق ایک سرکلر جاری کیا گیا ہے۔ میں اس کے متعلق تحقیقات کے بغیر کوئی رائے ظاہر نہیں کرسکتا۔ لیکن میں آپ کو بے شمار ایسی غلط بیانیاں بتاسکتا ہوں۔ جو کانگرس اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ میں ایسی مثالیں پیش کرسکتا ہوں۔ جن میں جان بوجھ کر اخبارات اور کانگرسیوں کی تقریروں میں بنگال۔ سندھ۔ پنجاب اور آسام کی مسلم گورنمنٹوں کو غلط صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور انہیں برا بھلا کہا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ان گورنمنٹوں کو توڑا جائے۔ لیکن ہماری خط و کتابت اس موضوع پر نہیں ہورہی۔ علاوہ ازیں ایسا کرنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ آپ کی اس درخواست کے متعلق کہ ہماری خط و کتابت کو اخبارات میں شائع کردیا جائے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بشرطیکہ مہاتما گاندھی اور میرے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے۔ اسے بھی شائع کردیا جائے۔ کیونکہ ہم دونوں نے اپنی خط و کتابت کا ذکر کیا ہے۔ آپ کو اس کے متعلق گاندھی جی کی اجازت حاصل کرنی چاہئے۔ اور اگر آپ کی خواہش ہو۔ تو میں گاندھی جی کو لکھ دوں گا۔ کہ آپ کی خواہش ہے۔ کہ ہماری خط و کتابت اخبارات میں شائع کرادی جائے اور میں اس شرط پر تیار ہوں۔ کہ میرے اور گاندھی جی کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے اسے بھی شائع کردیا جائے۔ آپ کا مخلص: جناح

پنڈت نہرو کا خط مسٹر جناح کے نام

ڈیر مسٹر جناح! آپ کا ۱۲ اپریل کا خط ابھی ابھی مجھے ملا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میری تحریر کے کچھ الفاظ سے آپ کو تکلیف پہنچی یہ درست ہے۔ کہ ہم پبلک مسائل کو مختلف نقطہ ہائے نگاہ اپنے نمائندوں کے نام جلدی بھیج دیں۔

چیدہ خبریں

— ۱۹۰۱ء سے پہلے جو زمینیں رہن کی گئی تھیں۔ ان کی واگذاری کے لئے جو بل پیش کیا گیا ہے اس کے خلاف راجہ نریندر ناتھ اور رائے بہادر مکند لال اور ڈاکٹر نارنگ نے تقریریں کیں۔

— بمبئی ۲۴ جون۔ بمبئی گورنمنٹ نے اننت ورمن باردے کی کتاب "ہمارا رانا پرتاپ" کی ضبطی کے احکام منسوخ کردیئے ہیں۔

— لنڈن ۲۴ جون۔ آج کے لنڈن اخبارات میں پنڈت جواہر لال نہرو کا ایک بیان شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ مجوزہ فیڈرل آئین کے متعلق برطانوی حکومت کو لکھتے ہیں۔ کہ اگر برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان کی مرضی کے خلاف مجوزہ فیڈریشن کو نافذ کرنے کی کوشش کی۔ تو یہ بات ایک بہت بڑے تصادم کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

— نبگہ ۲۳ جون۔ کل بعد دوپہر ۳ بجے سردار ہربجن سنگھ کانگرسی پریذیڈنٹ کی صدارت میں میونسپل کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ کھدر پر محصول معاف کئے جانے کا ریزولیوشن پیش کیا گیا۔ جو آئندہ اجلاس پر ملتوی ہوا۔ تاکہ سالانہ محصول دیکھ لیا جائے۔ دوسرا ریزولیوشن یہ تھا۔ کہ مہاتما گاندھی کی تصویر میونسپلٹی ہال میں لٹکائی جائے۔ جو کثرت رائے سے پاس ہوگیا۔ دو تین اور ریزولیوشن بھی پاس کئے گئے۔

— مسلمانوں سے ہندوؤں کے مندرجہ ذیل ۱۵ مطالبات ہیں:۔

(۱) پان اسلام ازم کو ترک کردو۔ اور ہندوستان سے پریم کرنا سیکھو۔ (۲) عدالتی فیصلوں کے بعد ڈائرکٹ ایکشن کی حوصلہ افزائی نہ کرو۔ (۳) پبلک سڑکوں پر باجے کے ساتھ ہندوؤں کے جلوسوں پر اعتراض نہ کرو۔ (۴) بازاروں اور سڑکوں پر قبریں بنانا چھوڑ دو۔ (۵) مورتیوں کو توڑنے سے احتراز کرو۔ (۶) زبردستی تبدیلی مذہب

باقی دیکھو صفحہ ۲۶ کالم ۳ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریک جدید سال چہارم کا طوعی چندہ اور زمیندار جماعتیں

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے "پیام" پر متعدد جماعتوں اور افراد نے تحریک جدید کے اپنے وعدوں کے پورا کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ بعض نے تو بڑا حصہ ادا کر دیا۔ اور بعض نے سو فیصدی ادا کر دیا۔ تا اللہ تعالےٰ ان کو تحریک جدید کے مالی امتحان میں فیل ہونے سے بچائے۔ جس میں اپنی خوشی اور آرزو مرضی سے بغیر کسی اصرار و جبر کے شامل ہوئے تھے۔ جن جماعتوں یا افراد نے توجہ نہیں کی۔ انہیں یاد رہنا چاہیئے۔ کہ ان کے امتحان کا وقت بہت قریب آ گیا۔ وہ جماعتیں اور افراد فوری توجہ فرمائیں۔

اسجگہ اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن جماعتوں نے تحریک جدید کے سکرٹری انتخاب کر لئے ہیں۔ وہ سرگرمی سے عملی قدم اٹھا رہی ہیں۔ مگر جنہوں نے اب تک انتخاب نہیں کیا۔ انہیں فوری انتخاب کر کے اطلاع دینی چاہیئے۔ کیونکہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بھی ارشاد تھا۔ اور ہے۔ کہ شہری یا زمیندار چھوٹی یا بڑی جماعتیں دو سکرٹریوں کا انتخاب کر کے اطلاع دیں۔ اور حضور نے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ تحریک جدید کا چندہ فوری ادا کرنا چاہیئے۔ اب تو وقت ہی بہت کم رہ گیا ہے۔ شہری جماعتوں کو عموماً اور زمیندار جماعتوں کو خصوصاً تحریک جدید کے چندے کو زیادہ چستی سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ذیل کی زمیندار جماعتوں نے تحریک جدید کے وعدوں کی ادائیگی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

اوّل - جماعت بہلول پور ضلع سیالکوٹ۔ اس جماعت کا وعدہ -/-/۱۲۷ روپیہ کا تھا۔ اس میں سے -/-/۱۰۸ روپے کی رقم داخل ہو چکی ہے۔ اور باقی -/-/۱۹ روپے ماہ جون میں بھیجنے کا لکھا ہے۔ یہ جماعت زمیندار احباب کی جماعت ہے۔ وعدہ اسی فصل پر تھا۔ ضلع سیالکوٹ کی زمیندار جماعتوں کو اسی جماعت کے نمونہ کی تقلید کرنا چاہیئے۔ جبکہ بہلول پور کی جماعت اپنا وعدہ فصل پر پورا کر دیتی ہے۔ تو دوسری جماعتوں کو بھی اگر کوئی مشکلات ہوں۔ تو بھی حضور کے ارشاد کی تعمیل میں فوری توجہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ وہ عہد ہے۔ جو انہوں نے اپنے امام کے حضور مرضی سے باندھا ہے۔ اب اس میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ بہلول پور کے سکرٹری مال تحریک جدید چودھری عنایت اللہ صاحب ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

دوم - جماعت محمود آباد اسٹیٹ سندھ کے سکرٹری مال تحریک جدید فتح محمد احمد ہیں۔ ان کی جماعت کا وعدہ -/۱/۱۳۵ روپے کا تھا جس میں سے -/۱/۱۰۴ روپے کی رقم داخل ہو چکی ہے۔ اور ساٹھ من گندم ہاریوں سے وصول کر کے سٹور میں رکھی ہوئی ہے۔ جو جلد فروخت کر کے رقم بھیج دینگے۔ کچھ رقم کارکنان اسٹیٹ کے ذمہ ہے۔ جنہوں نے اس تنخواہ پر سو فی صدی وعدوں کے پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں چودھری عبد العزیز صاحب کی اہلیہ صاحبہ کی سترہ تولہ چاندی بھی سکرٹری مال تحریک جدید کے پاس ہے۔ یہ جماعت انشاء اللہ اس مہینہ میں اپنا وعدہ سو فی صدی پورا کر دے گی۔

سوم - پنج مورو سندھ کی جماعت کا وعدہ -/-/۱۱۴ روپے کا تھا۔ اس میں سے -/۶/۱۰۴ روپے کی رقم مئی کے آخر تک آ چکی ہے۔ جو بانوے (۹۲) فیصدی کی نسبت سے ہے۔ آٹھ فی صدی کی رقم بھی انشاء اللہ تعالےٰ مکرم چودھری محمد سعید صاحب بھیج دیں گے۔

سندھ کی وہ زمیندار جماعتیں جن کے وعدوں کی وصولی کچھ نہیں ان کو یہ وقت غفلت میں نہیں گذارنا چاہیئے۔ کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔

اس کے علاوہ اضلاع گورداسپور شیخوپورہ۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور۔ سرگودھا۔ گجرات۔ منٹگمری۔ ملتان فیروزپور۔ جالندھر۔ ہوشیارپور لدھیانہ اور ریاستہائے نابھ۔ پٹیالہ کشمیر نیز دوسری زمیندارہ جماعتوں کو بھی تحریک جدید کے چندہ میں بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ پس شہری اور زمیندار جماعتوں کو حضور کا یہ ارشاد دل پر نقش کر لینا چاہیئے۔ اور اپنے وعدے جلد ادا کرنا چاہیئے۔

(۱) میں نے بارہا توجہ دلائی ہے۔ کہ تحریک جدید کا چندہ جلد سے جلد ادا کرنا چاہیئے۔ اور ابتدائی مہینوں میں ہی ادا کر دینا چاہیئے۔ مگر دوست اسکی ادائیگی پر پھر بھی غفلت سے کام لیتے ہیں۔

(۲) اگر وعدوں کو پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ تو وعدے ہی نہ کیا کریں۔ اور اگر اپنی خوشی سے وعدے کرو۔ تو پھر چاہے موت آ جائے۔ چاہے ذلت برداشت کرنی پڑے۔ مگر ان وعدوں کو پورا کرو۔

(۳) یاد رکھو کوئی مومن مردود ہونا پسند نہیں کرتا۔ مومن ایک ہی بات جانتا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں جان مال خرچ کر کے اس دنیا سے گذر جائے۔ آپ لوگوں کو بھی یہی طریق قبول کرنا ہوگا۔ والسلام

خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید۔

(بقیہ خبریں صفحہ ۲۵)

اور اشتعال انگیز کتابوں وغیرہ کی اشاعت سے پرہیز کرو۔ (۷) ویٹیج اور ملازمتوں میں ترجیحی سلوک کا مطالبہ بند کر دو۔ (۸) فسادات کے دوران میں ہندوؤں پر قاتلانہ حملے بند کر دو (۹) مسلمان افسر فرقہ پرستی سے بالاتر رہیں۔ (۱۰) پارسیوں۔ یہودیوں۔ عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کی مثال کی پیروی کرو۔ (۱۱) ہندو عورتوں کا اغوا بند کر دو۔ (۱۲) مسلمان ٹیچر طلباء کو قومی تحاریک میں حصہ لینے سے منع نہ کیا کریں۔ (۱۳) مذہب پر تاریخی نکتہ چینی کو برداشت کرو۔ اور قتل کی بجائے دلائل سے اس نکتہ چینی کا مقابلہ کرو۔ (۱۴) تمام مسلم سکولوں میں تمام مذاہب کی تعلیم دی جائے۔ (۱۵) شری کمل د کلکتہ یونیورسٹی کا نشان) اور بندے ماترم کے گیت پر اعتراض نہ کرو۔

—— لاہور ۲۴ر جون۔ سردار امر سنگھ آف "شیر پنجاب" کو شملہ سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آنریبل سر سندر سنگھ مجیٹھہ وزیر مال پنجاب گورنمنٹ اور پنجاب اسمبلی کی خالصہ نیشنل پارٹی کے دیگر ارکان کی کوششوں کے نتیجہ کے طور پر گورنر پنجاب نے سردار کھڑک سنگھ کو غیر مشروط فوری رہائی کے احکام جاری کر دیئے ہیں۔ سردار کھڑک سنگھ کے آج یا کل رہا ہونے کی توقع ہے۔

—— کراچی ۲۴ر جون۔ یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ سندھ گورنمنٹ نے نوجوان بھارت سبھا پر سے سارے سندھ میں پابندی ہٹا دی ہے۔ اس جماعت کو گذشتہ تحریک سول نافرمانی کے دنوں میں خلاف قانون قرار دیا گیا تھا۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ آج پنجاب اسمبلی میں وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں نے اعلان کیا۔ کہ عنقریب زراعت پیشہ ساہوکاروں پر پابندیاں لگانے کے لئے بھی ایک بل اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ تاکہ بڑے بڑے زمیندار چھوٹے زمینداروں پر ظلم نہ کر سکیں۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ پنجاب اسمبلی سے کانگرس پارٹی کے واک اوٹ کے بعد وزیر اعظم نے تحریک پیش کی کہ "رجسٹریشن آف منی لینڈرز بل" کو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ لالہ مکند لال پوری نے ترمیم پیش کی۔ کہ بل کو رائے عامہ کے لئے مشتہر کیا جائے لیکن وزیر اعظم کی تحریک کثرت رائے سے پاس ہو گئی۔

—— سری نگر ۲۳ر جون۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا جو اجلاس ۲۵ر جون کو سری نگر میں ہو رہا ہے۔ اس میں دیگر مسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر غور ہوگا۔

چونکہ ورکنگ کمیٹی کی رائے میں وقت آ گیا ہے جبکہ ملک کے تمام ترقی پسند عناصر کو ایک جھنڈے کے تلے جمع کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ ذمہ وار حکومت حاصل کی جا سکے۔ اس لئے فیصلہ کیا

(بقیہ دیکھو صفحہ ۲۷ کالم ۳ سے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں!

تحریک جدید کے جلسے

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا خطبہ جمعہ ۱۷ جون سننے کے بعد سب سے پہلے قادیان کی مرکزی لجنہ اماءاللہ نے مستورات کا ایک جلسہ سیدہ ام طاہر احمدؐ کے مکان پر کیا۔ جس میں تمام محلوں اور شہر کی عورتوں نے شرکت کی۔ حاضری آٹھ نو سَو کے قریب تھی۔ جلسہ میں مقررین نے جہاں تحریک جدید کے مختلف شعبوں کے بارے میں بہنوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی وہاں تحریک جدید سال چہارم کے وعدے جلد سے جلد ادا کرنے بلکہ ۳۱ جولائی تک پورے کرنے کی بھی تحریک کی۔ اور انتظام کیا ہے۔ کہ ہر محلے میں مختلف اوقات میں تحریک جدید کے جلسے کئے جائیں۔

چونکہ حضور کا خطبہ جمعہ شائع ہو گیا ہے اس لئے ہر جماعت کو خواہ وہ چھوٹی ہو۔ یا بڑی۔ شہری ہو یا زمیندار حضور کی ہدایات کے مطابق بڑے جلسہ کی تاریخ آنے سے پہلے چھوٹے جلسوں کا انتظام کرنا چاہیئے۔ جن میں حضور کے خطبات سنائے جائیں۔ تا ہر احمدی میں وہ روح پیدا ہو۔ جو حضور کا منشا ہے۔ اور چندہ تحریک جدید کے وعدوں کے بارے میں زور سے تحریک کی جائے۔ کہ ۳۱ جولائی تک پورا کر دیں۔

نومبایعین کیلئے تربیتی خطوط

نظارت تعلیم و تربیت نے ایسے دوستوں کے لئے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں نئے داخل ہوتے ہیں۔ ایک تربیتی خط طبع کرایا ہے۔ جس میں نومبایعین کو سلسلہ کی غرض و غایت بتا کر وہ ذمہ داریاں سمجھائی گئی ہیں۔ جو احمدیت کو قبول کرنے سے ایک نو احمدی پر عائد ہوتی ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ جب ان کے شہر یا گاؤں میں کوئی صاحب احمدیت میں داخل ہوں۔ تو نظارت تعلیم و تربیت سے یہ خط منگا کر انہیں پہنچا دیں۔ اور ناخواندہ اصحاب کی صورت میں پڑھ کر سنا دیں خود دفتر نظارت میں بھی یہ انتظام کیا جا رہا ہے کہ دفتر پرائیویٹ سکرٹری سے نومبایعین کی فہرست حاصل کر کے انہیں براہ راست بھی خط بھجوا دیا جایا کرے۔ ناظر تعلیم و تربیت۔

انتخاب امراء کے متعلق نظارت اعلیٰ کا اعلان

نظارت اعلیٰ نے ان حلقوں اور جماعتوں کی فہرست شائع کر کے جن میں ۳۰ اپریل سنہ ۳۸ء تک امراء مقرر تھے۔ اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ اب تین سال (یکم مئی سنہ ۱۹۳۸ء سے ۳۰ اپریل سنہ ۴۱ء تک) کے لئے بھی ان جماعتوں میں امراء کا انتخاب کر کے رپورٹ کی جائے۔ ناظر صاحب اعلیٰ فرماتے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ میرے اس اعلان پر بہت کم جماعتوں نے توجہ کی ہے۔ اور ابھی بعض اہم حلقے اور جماعتیں ایسی ہیں۔ جن میں امراء کا انتخاب نہیں ہوا۔ اور اگر ہو چکا ہے۔ تو کم سے کم نظارت ہذا میں اس کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں پہنچی۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ مندرجہ ذیل حلقوں اور جماعتوں کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اپنے اپنے ہاں امراء کا انتخاب کر کے ۳۰ جون سے پہلے پہلے نظارت ہذا میں رپورٹ کریں۔ اور اگر امراء کے علاوہ دوسرے عہدیداروں کا بھی تاحال انتخاب نہیں ہوا۔ تو وہ بھی کیا جائے۔ اور فہرست عہدہ داران ۳۰ جون تک ارسال کر دی جائے۔

(۱) حلقہ امارت چونڈہ (۲) سیڈ سرالہ۔ (۳) ڈسکہ (۴) بہلول پور (۵) پوہلا مہاراں ضلع سیالکوٹ (۶) حلقہ بھاگووال ضلع گجرات (۷) پراونشل انجمن احمدیہ صوبہ بنگال (۸) کلکتہ (جماعت احمدیہ کلکتہ اپنے عہدہ داروں کا انتخاب بذریعہ امیر پراونشل انجمن احمدیہ بنگال ارسال کرے) (۹) بمبئی (۱۰) ٹوپی (۱۱) راجوری (۱۲) بھیسر (۱۳) سٹروعہ (۱۴) سنور (۱۵) سرائے عالمگیر (۱۶) ہنیڈی (۱۷) یوگنڈا (۱۸) مانڈلے۔

ضروری ہدایات:۔ تمام انتخابات ان ہدایات کے ماتحت ہونے چاہئیں۔ جو اخبار میں شائع کی جا چکی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات

نظارت تالیف و تصنیف کی طرف سے کچھ عرصہ سے تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اعلان کیا جا رہا ہے۔ اس تعلق میں بعض دوستوں نے یہ دریافت کیا ہے کہ تبرک سے کیا مراد ہے؟ سو دوستوں کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اپنے وسیع معنوں میں تو تبرک میں ہر وہ چیز شامل ہے۔ جس کا کسی مبارک وجود کے ساتھ کسی نہ کسی طرح تعلق رہا ہو۔ اس طرح خطوط دستاویزات کتب مستعملہ وغیرہ سب تبرک ہیں۔ لیکن موجودہ اعلانات میں جو تبرکات ملحوظ ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کا کوئی حصہ مثلاً بال یا ناخن۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لباس کا کوئی حصہ جس میں کرتہ۔ پاجامہ۔ صدری۔ کوٹ۔ پٹکہ عمامہ۔ ٹوپی۔ جوتی وغیرہ شامل ہیں۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذاتی استعمال کی چیزیں مثلاً۔ عصا۔ قلم۔ دوات۔ کنگھی۔ قینچی وغیرہ۔

(ناظر تالیف و تصنیف قادیان)

(بقیہ خبریں صـ ۲۶)

جاتا ہے۔ کہ کانفرنس کی کانسٹی ٹیوشن میں اس طرح تبدیلی کی جائے۔ کہ اسے تمام لوگ جو اس ملکی جدوجہد میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ بلا لحاظ مذہب و ملت اور ذات پات کانفرنس کے ممبر بن سکیں۔

— ایسوسی ایٹڈ پریس کو باخبر حلقوں میں تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ لیگ کا یہ مطالبہ کہ اسے ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے۔ ابھی تک جھگڑے کا موجب بنا ہوا ہے۔ اسی بنیادی سوال کا حل نہ ہو سکنے کی وجہ سے کانگرس نے لیگ کے دیگر مطالبات پر زیادہ غور ہی نہیں کیا۔ اور اگر کیا ہے۔ تو بے ضابطہ طور پر۔ اس سوال کے متعلق کانگرس کی پوزیشن ابھی تک وہی ہے۔ جو سبھاش بابو اور مسٹر جناح کی گفت و شنید کے دوران میں تھی۔ یعنی کانگرس اس پوزیشن کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

مسٹر جناح نے سابق کانگرسی پریذیڈنٹ شری یت سبھاش چندر بوس کو جو آخری مراسلہ بھیجا ہے۔ اس میں مسلم لیگ کی کونسل کے تمام مطالبات درج ہیں۔ ان حالات میں جب تک ورکنگ کمیٹی اپنا فیصلہ نہ دے۔ گفت و شنید کو بند سمجھنا چاہیئے۔

— پشاور ۲۳ جون۔ آنریبل ڈاکٹر خانصاحب وزیر اعظم صوبہ سرحد نے یونائیٹڈ پریس کے نمائندہ کے ساتھ ایک انٹرویو کے دوران میں بعض سرحدی اخبارات میں شائع شدہ اس خبر کی پرزور الفاظ میں تردید کی۔ کہ میر عبداللہ شاہ جنرل سکرٹری جمعیت العلماء سرحد کے ساتھ انٹرویو کے دوران میں انہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان کی تقریروں میں کئے گئے اعلانات کی تردید کی تھی۔ وزیر اعظم نے کہا۔ کہ میں نے ڈیرہ جات کے دورہ کے دوران میں مندرجہ ذیل تین اعلانات کئے۔ اور ان پر حرف بحرف صاد کرتا ہوں:۔

(۱) اگر ضرورت پڑی تو ایک اغوا شدہ ہندو کے بدلے دس قبائلی گرفتار کئے جائیں گے۔

(۲) ڈسٹرکٹ اور لوکل بورڈوں میں انجمن حمایت اسلام کی کتب غلطی سے رائج ہو گئی ہیں۔ اور اگلے ماہ اپریل سے نئی کتب مقرر کر دی جائیں گی۔ (۳) بنوں کے میر عبداللہ شاہ کی بحالی کے احکام کو منسوخ کرنے کے سوال پر غور کیا جائیگا۔ بشرطیکہ گورنمنٹ کو یقین ہو جائے۔ کہ اسکی بحالی منصفانہ ہے۔ یاد رہے۔ کہ جمعیت العلماء سرحد کے سکرٹری نے صوبہ کے ورنیکلر اخبارات میں اس امر کا بیان شائع کیا تھا۔ کہ ڈاکٹر خانصاحب نے ایک انٹرویو کے دوران میں یہ اعلان کیا۔ کہ ڈیرہ جات کی تقریروں کے متعلق اخبارات میں شائع شدہ رپورٹ غلط ہے۔ اور وزیر اعظم نے متذکرہ اعلانات ہرگز نہیں کئے۔ ڈاکٹر خانصاحب نے یونائیٹڈ پریس کے نمائندہ کو بتایا۔ کہ جمعیت العلماء سرحد کے سکرٹری کا بیان بے بنیاد اور گمراہ کن ہے۔ اس لئے میں اسکی تردید کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

— سورت ۲۳ جون۔ دریائے تاپتی میں بڑے زور کا سیلاب آ رہا ہے۔ اور ہر لحظہ بڑھ رہا ہے۔ خاندیس بھوساول اور بہاولپور سے سیلاب کی تباہ کاریوں کی مسلسل خبریں آ رہی ہیں۔ بھوساول۔ جلگاؤں۔ یاول وارنگاؤں اور عادل آباد کے درمیان سلسلہ نامہ و پیام منقطع ہو گیا ہے۔ متعدد گوداموں کا مال سیلاب کی زد میں ہے۔ بہت سے پل بہہ گئے ہیں۔ اکثر سڑکیں ٹوٹ گئیں۔ اور ان کا بہت سا حصہ زیر آب ہے۔ یومنڈی۔ کلے۔ کرساول سے اطلاع آئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ کہ وہاں زمین شق ہوگئی۔ اور اس کے جھٹکوں سے بڑی بڑی پہاڑیاں آپس میں ٹکراگئیں۔ کرساول کی سڑک اکھڑے ہوئے درختوں سے پٹ گئی۔ ایک جگہ زمین شق ہونے سے ۲۵ فٹ گہری دراڑ پڑگئی ہے۔ اور بارش کی وجہ سے پانی سے بھرگئی ہے۔ ہری جنوں کے مکانات اور جھونپڑیاں گرگئی ہیں۔ بمبئی کوکن گوآ روڈ پر بھی دریائے باونیت لنگی پرپل طغیانی کی نذر ہوگئے ہیں۔ تمام سڑکیں زیر آب ہوگئیں۔ نامہ و پیام بہت دیر تک بند رہا۔

—— کراچی ۲۳ر جون۔ دریائے سندھ میں طغیانی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ گو حکومت اس کو روکنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں صرف کررہی ہے۔ مگر قدرت سندھ کے زمینداروں جو کہ پہلے ہی مالیانہ زیادہ ہونے کی وجہ سے تنگ دست ہورہے ہیں۔ برباد کردینا چاہتی ہے۔ مسٹر محمد علی کلکٹر سکھر نے ایک بیان کے دوران میں کہا۔ کہ اس وقت تک ۱۹۱۴۱۳ ایکڑ زمین صرف سکھر کے علاقہ میں ہی زیر آب ہوگئی ہے۔ سات دیہات زیر آب ہوچکے ہیں۔ اور پندرہ دیہات کے اردگرد پانی پہنچ چکا ہے پانی اس وقت سکھر شکارپور روڈ پر پھیل چکا ہے۔ اور شکارپور میں بھی کافی زمین زیر آب ہوگئی ہے۔ اور ۲۰ مکانات پانی سے بھرگئے ہیں۔ کلکٹر سکھر ڈسٹرکٹ نے تمام سرکاری عہدیداروں کی میٹنگ منعقد کی۔ جس میں پاس کیا گیا۔ کہ ایک سندھ ریلیف سوسائٹی مقرر کی جائے۔ جس کا کام طغیانی سے برباد شدہ لوگوں کو مفت خوراک پہنچانا ہو۔ اور ان کے مویشیوں کے لئے آب و دانہ مہیا کیا جائے۔ جس گاؤں میں پانی داخل ہوچکا ہے۔ ان کو وہاں سے بآرام نکال کر دوسری جگہ بھیج دیا جائے۔

انتقال اراضی کے متعلق ایک اہم نکتہ

پنجاب ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ مشتمل بر مسٹر جیمز ایڈیسن و مسٹر جسٹس دین محمد نے انتقال اراضی کے متعلق ایک اہم قانونی نکتہ کا فیصلہ کیا ہے۔ جو پنجاب بھر کے زراعت پیشہ افراد کے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس فیصلہ کی رو سے عدالت نے قرار دیا ہے۔ کہ:-

جب ڈپٹی کمشنر انتقال اراضی دفعہ ۱۴ کے مطابق رہن کی میعاد کا تعین کردے۔ تو اس کے بعد عدالت دیوانی اس معاملہ کے متعلق فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں۔ کیونکہ ایکٹ انتقال اراضی کے ماتحت صرف ڈپٹی کمشنر مجاز ہے۔ کہ یا بیع کی اجازت دے دیوے۔ یا اراضی کے رہن کی میعاد کا تعین کردے۔ مشتری بیع کے بعد نہ تو اراضی کی قیمت واپس لے سکتا ہے۔ اور نہ ترقیات کا معاوضہ وصول کرنے کا مجاز ہے۔ چاہے اس کا رہن میعادی منظور ہو یا نہ ہو۔ قانون اسکو رہن میعادی سے زیادہ کچھ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اگر ایک شخص غیر زراعت پیشہ ہونے کے باوجود زرعی اراضی خرید لیتا ہے۔ تو وہ اپنے فعل کا خود ذمہ وار ہے۔ اور قانون اسکو رہن میعادی دلانے کے علاوہ اسکی کچھ امداد نہیں کرسکتا۔

—— مقدمہ مسجد شہید گنج اپنے تمام مراحل سے گزر کر اب آخری مرحلے پر ہے۔ یعنی لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کے خلاف پریوی کونسل میں اسکی اپیل دائر ہوچکی ہے۔ جس کا فیصلہ قانونی طور پر گویا ایک قطعی فیصلہ ہے۔ اس اپیل کے اخراجات کے لئے تینتیس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ جو دو ماہ کے اندر اندر فراہم ہوجانا چاہیئے۔

—— لاہور۔ ۲۱ر جون۔ ایک مقامی ہندو اخبار کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ پبلک سروس کمیشن نے ڈائرکٹر انفارمیشن بیورو کی آسامی کے لئے سید نور احمد بی۔اے جرنلسٹ کی سفارش کی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سید صاحب کی تقرری یقینی ہے۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ حکومت ہند کے ایک اعلان سے تمام حلقوں میں سنسنی پھیل گئی ہے اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ وزیرستان میں ایک شخص نے جو "شامی پیر" کے نام سے مشہور ہے۔ حالات خراب کر رکھے ہیں۔ یہ شخص ۱۹۳۸ء کے شروع میں عراق سے ہندوستان آیا۔ وزیرستان کے بعض ملکوں نے اسے اپنے ساتھ ملایا۔ حال ہی میں اس نے ایسی سرگرمیاں اختیار کی ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ افغانستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

سرکاری اعلان کے آخر میں مذکور ہے۔ کہ حکومت ہند پیر شامی کی ان سرگرمیوں کا مطالعہ نہایت غور کے ساتھ کررہی ہے۔ اور حکومت اپنی بین الاقوامی ذمہ واریوں کے مطابق اپنے حلیف ہمسایہ حکومت کے خلاف کسی ایسی تحریک کو فروغ پانے کی اجازت نہ دے گی۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ آج پنجاب اسمبلی میں ساہوکاروں کے کام کو رجسٹر کرنے کے متعلق مسودہ قانون سیلیکٹ کمیٹی کے سپرد کردیا گیا۔ بل کو رائے عامہ کے لئے مشتہر کرنے کے لئے رائے بہادر مکند لال پوری کی تحریک تقسیم آراء کے بغیر ہی گرگئی۔

—— لاہور۔ ۲۴ر جون: دیال سنگھ کالج میں جس لڑکے نے کالج کی ایک طالب علم لڑکی سے ناشائستہ سلوک کیا تھا۔ اور جسے کالج سے خارج کردینے پر کالج کے طلباء نے ہڑتال کردی تھی۔ اپنی حرکت کے لئے تحریری معافی مانگ لی ہے۔ اس پر معاملہ رفع دفع ہوگیا ہے۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ حکومت ہند نے کاغذ اور کاغذ کے مصالحے کے حفاظتی محصول پر ۱۹۳۱ء میں ۲۵ فی صدی کا جو اضافہ کیا گیا تھا۔ اسے معاف کردیا ہے۔

—— نئی دہلی ۲۴ر جون۔ یہاں ایک برات کے سلسلے میں آتش بازی چلائی جارہی تھی۔ کہ ایک پٹاخہ ایک مکان میں جس میں بہت سے آدمی جمع تھے۔ جا پڑا۔ جس سے افراتفری مچ گئی اور سارے کے سارے لوگ ایک برآمدے پر جا چڑھے۔ برآمدہ کمزور تھا۔ گر پڑا۔ نو آدمی ہلاک اور بارہ شدید مجروح ہوگئے۔

—— لنڈن ۲۴ر جون۔ حکومت برطانیہ نے حکومت ترکیہ کو دفاعی سامان تیار کرانے کے لئے ساٹھ لاکھ پونڈ قرضہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ سامان برطانیہ میں تیار کیا جائیگا۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ حکومت افغانستان نے وائسرائے ہند کی خدمت میں ایک گائے ایک بیل اور ایک بچھڑا بطور تحفہ پیش کئے ہیں۔

—— سری نگر۔ ۲۴ر جون۔ کشمیر کی موٹر سٹرائیک میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے اب اپنا مال جموں کے راستے کشمیر بھیجنا شروع کیا ہے۔ جن ریلوے مسافروں کے پاس سری نگر براستہ راولپنڈی کے ریل اور سڑک کے مشترکہ ٹکٹ تھے۔ انہیں جموں کے راستے جایا جارہا ہے۔

—— کلکتہ ۲۲ر جون۔ آنریبل اے۔ کے فضل الحق وزیر اعظم کی ہدایت کے باوجود مسٹر نوشیر علی وزیر لوکل سلف گورنمنٹ نے وزارت سے استعفٰی دینا منظور نہ کیا۔ جس پر وزیر اعظم نے اپنی وزارت سمیت استعفٰی دے دیا۔ استعفٰے داخل کرنے کے چند منٹ بعد گورنر نے مسٹر فضل الحق کو کونسل کی سب سے بڑی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے وزارت کی تشکیل کی دعوت دی۔ چنانچہ فضل الحق صاحب نے نئی وزارت مرتب کرلی ہے۔ جس کے ممبر سوائے مسٹر نوشیر علی کے سب کے سب پہلے ہی ہیں۔ مسٹر نوشیر علی کی جگہ مسٹر ایچ۔ ایس سہروردی کو منتخب کیا گیا ہے۔

—— لاہور۔ ۲۳ر جون۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت پنجاب عنقریب ہی پنجاب کے بعض خاص علاقوں میں شراب نوشی کی قطعی بندش کی سکیم تجربہ کے لئے جاری کرے گی۔

—— شنگھائی۔ ۲۳ر جون دریائے زرد میں طغیانی آنے کے باعث ہانکو کی طرف سے جاپانیوں کی پیش قدمی رک گئی ہے یہ اب جاپانیوں نے مشرق کی طرف سے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس غرض کے لئے ڈیڑھ سو ہوائی جہاز بھیجے جارہے ہیں۔

لاہور۔ ۲۳ر جون۔ ایک مقامی ہندو اخبار کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ حکومت افغانستان نے کابلی میوے کی فروخت کے متعلق جو نیا انتظام کیا تھا۔ اسے منسوخ کرکے پہلا انتظام ہی بحال کردیا ہے۔

—— لاہور۔ ۲۳ر جون۔ ہز ایکسلنسی گورنر پنجاب نے اپنے خاص اختیارات سے کام لیتے ہوئے ان تمام قیدیوں کو رہا کردینے کے احکام صادر کئے ہیں۔ جو تحریک شہید گنج سول نافرمانی میں گرفتار ہوئے تھے۔

لاہور ۲۳ر جون۔ خان بہادر مرزا معراج الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی شملہ میں حرکت قلب بند ہوجانے کے باعث انتقال کرگئے۔ آپ ایک بیوہ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں۔ لاش شملہ سے لاکر میانی میں دفن کی جائے گی۔

—— قصور ۲۳ر جون۔ لالہ منوہر داس میجسٹریٹ کی عدالت سے پانچ ملاحوں کو ایک ایک سال قید سخت کی سزا دی گئی ہے۔ یہ ملاح دریائے ستلج میں ایک کشتی ڈوب جانے کے حادثہ کے ذمہ وار تھے۔ جس کے نتیجے میں سترہ آدمی ڈوب گئے تھے۔ ملاحوں کا جرم یہ ہے۔ کہ انہوں نے کشتی میں جس میں صرف ۴۲ آدمیوں کی گنجائش تھی۔ ساٹھ آدمیوں کو بٹھالیا۔

—— برلن۔ ۲۳ر جون۔ جرمنی کے اخبارات اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ یہودیوں کا بازاروں میں آنا جانا۔ پھرنا ہوٹلوں میں بیٹھنا بالکل نامناسب ہے۔